Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

مختلف رنگ وروپ کے پودوں سے بھری افسانوں کی کیاری

اب سو جائیں

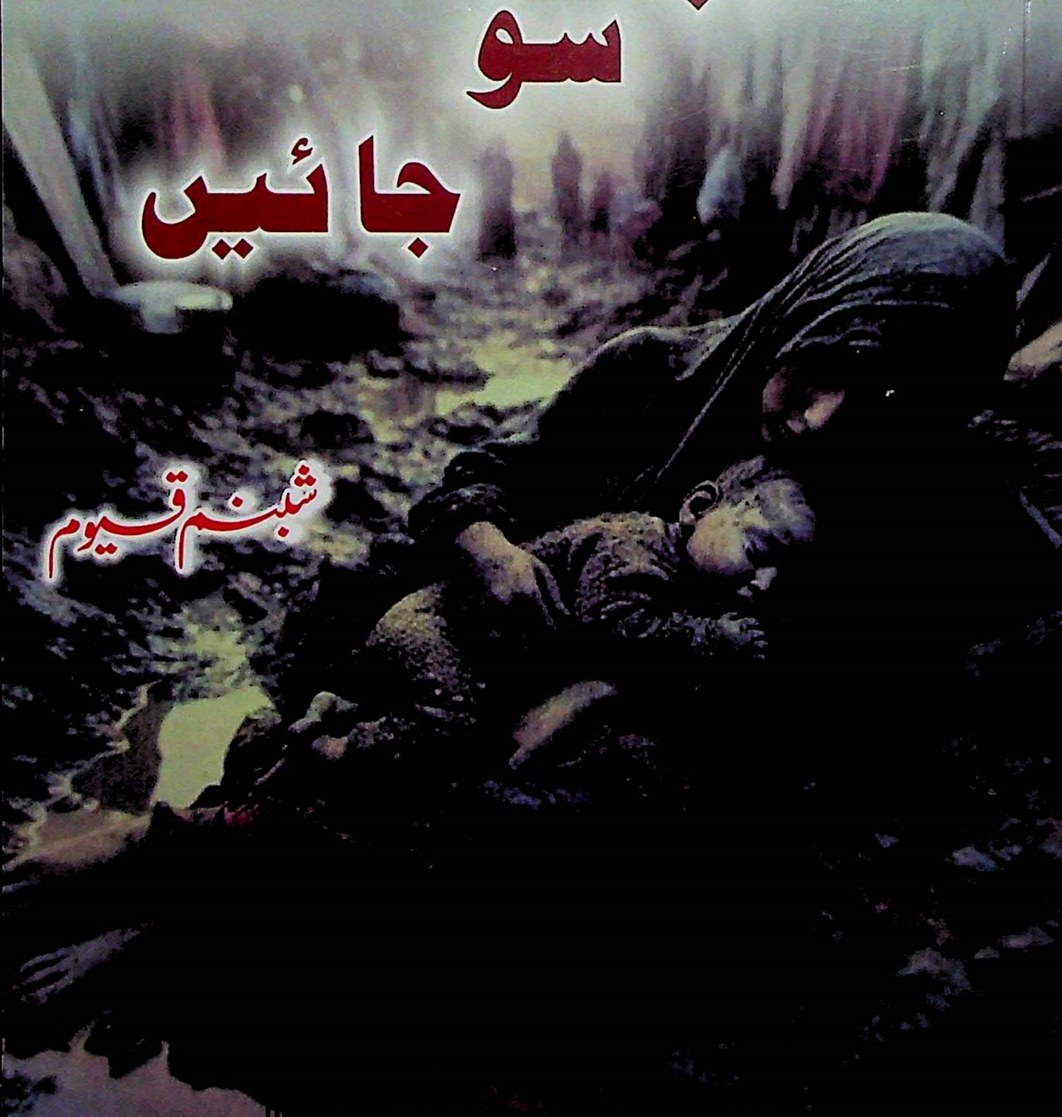

شبنم قیوم

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

مختلف رنگ وروپ کے پودوں سے بھری افسانوں کی کیاری

اب سو جائیں

شبنم قیوم

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

آاب سو جائیں

(۴۷ویں تصنیف)

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

مختلف رنگ وروپ کے پودوں سے بھری افسانوں کی کیاری

آ
اب
سو
جائیں

لالچ، فریب، جھوٹ، مہو مانگتی ہوا
کیا کیا رقم کروں جو میرے ارد گرد ہے

مصنف

شبنم قیوم

ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی ۲

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

© جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں!

AA AB SO JAEN

by : **Shabnum Qayum**

Year of Edition May 2025

ISBN 978-93-6062-085-1

Price ₹ 250/-

نام کتاب	:.......	آ اب سو جائیں (۴۷ویں تصنیف)
مصنف	:.......	شبنم قیوم
سنِ اشاعت	:.......	مئی ۲۰۲۵ء
تعداد	:.......	۱۰۰۰
صفحات	:.......	۱۶۲
قیمت	:.......	۲۵۰
کمپوزنگ	:.......	ظہور احمد میر
طباعت	:.......	روشان پرنٹرس، دہلی۔۶

ملنے کے پتے

☆ سیفی بک ایجنسی ممبئی۔ M.9820480292
☆ بک امپوریم، پٹنہ۔M.09304888739
☆ پاریکھ بک ڈپو، لکھنؤ۔M.9389456786
☆ مرزا ورلڈ بک ہاؤس، اورنگ آباد۔M.09325203227
☆ کشمیر بک ڈپو، سری نگر۔M.09419761773
☆ وطن پبلیکیشنز، سری نگر۔M.09419003490
☆ نعیم بک سیلرز، مئو ناتھ بھنجن۔M.09450755820
☆ کتاب دار، بک سیلر، پبلشر، ممبئی۔ Ph.09869321477
☆ عثمانیہ بک ڈپو، کلکتہ۔M.09433050634
☆ رائی بک ڈپو، الہ آباد۔M.07905454042
☆ ایجوکیشنل بک ہاؤس، یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ۔
☆ مکتبہ علم وادب، سری نگر۔M.094419407522
☆ قاسمی کتب خانہ، جموں۔M.09797352280
☆ ہدیٰ بک ڈسٹری بیوٹرس، حیدرآباد۔ Ph.040-24411637

Published by

EDUCATIONAL PUBLISHING HOUSE

H.O. D1/16, Ansari Road, Darya Ganj, New Delhi-110002 (INDIA)
B.O. 3191,Vakil Street, Kucha Pandit, Lal Kuan, Delhi-6 (INDIA)
Ph: 011- 41418204, 45678286, 45678203, 23216162
E-mail: info@ephbooks.com,ephindia@gmail.com
website: www.ephbooks.com

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

انتساب

وادیٔ کشمیر کے نامور فکشن نگار، اردو ادب کے شہسوار

جناب وحشی سعید کے نام

عزت واحترام کے ساتھ

وحشی سعید نے اپنا پورا پورا تن من اور دھن اردو ادب کی آبیاری کے لئے وقف رکھ کر ایک مثال قائم کی ہے۔ آپ اردو ادب کے ساتھ اردو ادیبوں کو مقامی، ملکی اور عالمی سطح پر اُجاگر کرانے میں اہم رول ادا کر رہے ہیں۔

وحشی سعید اپنے برادر عزیز ظہور احمد کے ساتھ اردو ادب کی تقاریب پذیرائی کے دوران مہمان نوازی کو صدقہ جاریہ جان کر جو مثال قائم کر رہے ہیں۔ یہ ان کی فراخدانی کا اعادہ ہے......مرحبا!

شبنم قیوم

رائیٹر، ہسٹورین جرنلسٹ

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

فہرست

	عنوان	صفحہ نمبر
☆	شذرات	11
☆	کرشن چندر/سلمیٰ صدیقی سے مکالمہ	18
☆	کرشن چندر کے قلم سے	22
☆	شبنم قیوم کے افسانوں میں سماجی ونفسیاتی انتشار: ڈاکٹر مشتاق وانی	24
1	سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں	41
2	بھوک	53
3	محبت کا ٹرانسفر آرڈر	63
4	سفید چادر سرخ داغ	71
5	جانور	81
6	میری بیوی کا پتی	89
7	مماثلت	99
8	خاک اور خمیر	107
9	آ بیل مجھے مار	115
10	زندہ لاش	121

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

11	بے زبان	129
12	آخری خواہش	137
13	نامور فکشن نگار ''شبنم قیوم کے ساتھ ایک یادگار ملاقات	141
14	شبنم قیوم کے مقامی، ملکی اور بیرون ملک شہرت پانے والے افسانے، ڈرامے اور فلمیں!	148
15	افسانوی مجموعہ ''نشانات'' ایک زخم اور سہی	153
16	شبنم قیوم کا افسانوی مجموعہ آزادی کی تلاش	156
17	شبنم قیوم بحیثیت افسانہ نگار: ڈاکٹر جاوید قدوس	157

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

تمہید:

میں ذاتی طور پر زندگی کے اُس دور تک جا پہنچا ہوں' جہاں پر کسی بھی وقت عالم بقا پر جانے کی نوید ملے گی' ظاہر ہے یہ میرا آخری افسانوی مجموعہ جو آج آپ کے ہاتھ میں ہے۔ میں ہوش سنبھالنے سے لے کر آج تک سوائے شاعری کے مختلف موضوعات یعنی ادبی، سیاسی، سماجی، تحریکی اور تاریخی کوئی پچاس کتابیں مرتب کر کے انہیں منصۂ شہود پر لا یا ہوں۔ میں بیک وقت رائٹر، ہسٹورین اور جرنلسٹ کہلایا کیونکہ میں نے صحافت کا پیشہ بھی اپنایا۔ بحیثیت صحافی کوئی پانچ سو سے زاید آرٹیکل لکھے۔ان کا سیاسی' تحریکی اور تاریخی کے ساتھ روزمرہ حالات اور واقعات کا تانا بانا رہا۔

یہ جان کر کہ اب مزید لکھنے کی نہ ضرورت ہے اور نہ ہی سکت لہٰذا اب بس کیا جانا چاہیے اور تخلیقی طور پر سو جانا چاہیے۔ یہ فیصلہ لیتے ہی اس افسانوی مجموعہ کا نام ''آ اب سو جائیں!'' رکھا گیا۔البتہ ٹائٹل کور پر کس کو سلاؤں' یہ معاملہ ملتوی رکھا۔

حسب معمول فرصت کے وقت موبائیل فون ہاتھ میں لیا۔فیس بک پر گیا۔ تو ایک تصویر پر نظر پڑی ایک زبردست جھٹکا لگا۔اس افسوسناک، اذیت ناک اور عبرتناک تصویر نے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔انسانی المیہ کی یہ عبرتناک نشانی، جو بظاہر سوئی پڑی ہے البتہ یہ ہمارے اندر کے ضمیر کو جگا رہی ہے۔ میں نے اس کو شیئر کرنے اور اپنے افسانوی مجموعہ کے ٹائٹل پیج پر رکھنے کا

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

فیصلہ کرلیا۔

انسانیت کوشرمسار کرنے والی اس تصویر کے ساتھ See More پر گیا تو یہاں پر ایسی ہی بہت ساری تصویروں کا ذخیرہ ملا۔ ان کو دیکھ کر خیال آیا' ان کو کیسے اگنور کر سکتے ہیں، کیونکہ یہ سب ہمارے لئے عبرت کی نشانی ہے۔ ایک تصویر کو رکھ کر دوسروں کو نظرانداز کرنا میرا دل نہیں مانا' چناں چہ میں نے ان سب کو اپنے افسانوی مجموعہ میں ہر ایک افسانہ کے ساتھ شامل کرنے کا فیصلہ لیا۔ یہ جان کر بھی کہ ان کا اس افسانوی مجموعہ میں شامل افسانوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ میں نے روایت توڑ کر اپنے اس افسانوی مجموعہ کو مصور افسانوی مجموعہ بنانے کا فیصلہ کیا، مجھے اس کا اعتراف ہے ان تصویروں کو دیکھ کر مجھے بڑی زبردست چوٹ لگی ہے۔ اس چوٹ کو میں اپنے قارئین تک پہنچا رہا ہوں۔ پر ''کیوں''؟ میرے پاس اس ''کیوں......!'' کا کوئی جواب نہیں:

شبنم قیوم

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

شذرات

بظاہر میرا یہ افسانوی مجموعہ ''آب سوجائیں'' اصل میں میرا طویل دورانیہ کے بعد فکشن نگاری کی طرف واپس مڑ کر آنے کا عندیہ ہے۔ کیونکہ سن ۱۹۷۵ء میں میرے ادبی سفر میں راستے کا موڑ اچانک بدل گیا۔ میں تاریخ تحریک اور سیاست کی راہ پر آ گیا۔ البتہ اس راہ پر چلتے چلتے ہم نے ادب کا دامن نہیں چھوڑا۔

میں آپ کو بتاتا چلوں، سولہ سترہ سال کی عمر میں میرا ادبی سفر شروع ہوا۔ مقامی تین اردو اخبارات کے سنڈے ادبی ایڈیشن میں ابتدائی دور میں میری کہانیاں شائع ہوئیں۔ اخبار ''سنسار'' اخبار ہمدرد'' اور اخبار ''خدمت'' میں میری کہانیاں شائع ہوتی رہیں۔ برسوں بعد اخبار ''آفتاب'' منظر عام پر آیا' اور اس کے چند سال بعد اخبار ''سرینگر ٹائمز' معرض وجود میں آیا۔ میں نے ان دونوں اخبار کے سنڈے ایڈیشن میں طبع آزمائی کی' اخبار ''آفتاب'' کے ایک شمارے میں میری کہانی ''ہوشیار خبردار'' شائع ہوئی تو یہ کہانی اخبار کے مالک اور مدیر اعلیٰ خواجہ ثنا اللہ بٹ کے لئے پولیس ڈیپارٹمنٹ سے نوٹس اجرا کرانے کا باعث بن گئی اس نوٹس کی زد میں بحیثیت رائٹر میں بھی آ گیا۔ البتہ آئندہ محتاط رہنے کی ہدایت پر معاملہ رفع دفع ہوگیا۔ اس کے بعد ''سرینگر ٹائمز'' میں ایک کہانی ''اخبار کی سرخی'' کے عنوان سے شائع ہوئی' تو اس پر اخبار کے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

مالک اور مدیر اعلیٰ کو تاوان وصول کرنے کا موقعہ ملا۔ اس پس منظر میں جب ہم پیچھے مڑ کر دیکھیں تو ہمیں اس بات کا اعتراف ہے۔ میرے افسانے ہوں یا ناول ڈرامے ہوں یا جھلکیاں یہ شانت ساگر میں پتھر پھینکنے اور طلاطم پیدا کرنے کے باعث بن جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ میرے افسانے اور ناول باعث نزاع اور باعث افتخار بھی بن جاتے ہیں۔ مجھے ایوارڈ بھی ملے اور عتاب بھی ملا، مجھے داد تحسین ملی، انعام وکرام بھی ملا، دولت کے ساتھ شہرت بھی خوب ملی۔

میرا پہلا ناولٹ ''پرانی ڈگر نئے قدم'' جو میں نے ۱۷ سال کی عمر میں اپنے بل بوتے پر شائع کیا اور اسے مقامی بک سیلروں کے پاس سیل کے لئے رکھا، چند روز کے اندر اس کو تمام بک سیلروں سے اٹھا کر ایک الاؤ بنا کر اس میں جلایا گیا۔ یہ ناولٹ میں نے سن ۱۹۵۲ء سے لے کر ۱۹۵۳ء کے ایک سال تک ڈپٹی وزیر اعظم بخشی غلام محمد کی سرکاری رہائش گاہ پر ملازمت کے دوران اپنے مشاہدے کے پس منظر میں ضبط تحریر میں لایا تھا۔ اس کا جو حشر ہوا وہ میرے لئے صدمہ کا باعث بن گیا۔ البتہ میرے ساتھ کسی نے چھوا بھی نہیں۔

اسی بخشی غلام محمد کی دور حکمرانی میں جب وہ وزیر اعظم تھے اور ڈاکٹر کرن سنگھ صدر ریاست تھے۔ سرینگر کی قدیم سلک فیکٹری گھاٹے پر جانے کے سبب بند کر دی گئی۔

جب مجھے سلک فیکٹری کے ایک کاریگر سے گھاٹے کی وجوہات معلوم ہوئی تو میں نے ''چراغ کا اندھیرا'' نامی ناولٹ شائع کیا۔ اس کا کافی چرچا ہوا تو صدر ریاست ڈاکٹر کرن سنگھ کی ہدایات پر سلک فیکٹری کا گھاٹے پر جانے کے وجوہات معلوم کرانے کے لئے ڈی سی سرینگر کی سربراہی میں تین رکنی کمیشن مقرر کیا گیا۔ اس کمیشن کی رپورٹ آنے پر اس سلک فیکٹری کو دوبارہ کھولنے کے احکامات جاری ہوئے۔ سلک فیکٹری کے کاریگروں اور ملازمین نے جشن منایا ایک تقریب منعقد کی گئی۔ اس میں مجھے پھولوں کی مالائیں پہنائی گئیں۔ یہ میرے لئے قیمتی ایوارڈ سے کم نا تھے۔ البتہ ۱۹۷۵ء میں جب پہلی بار تاریخی تحریکی اور سیاسی موضوع پر ناول ''یہ کس کا لہو ہے، کون مرا'' ابھی سرینگر کے مرکنٹائل پریس میں چھپ ہی رہا تھا۔ اس کو ضبط کر کے ضائع کیا گیا۔ مجھے ذاتی طور پر اڑھائی ماہ تک انڈر گراونڈ رہنا پڑا۔ البتہ دوبارہ شائع کرانے پر اس کی ہم کو خاص وعام سے جو پزیرائی ملی، جو عزت و دولت اور شہرت ملی، وہ ایک ریکارڈ ہے۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

مسلسل چالیس سال تک اس اس کی اشاعت جاری رہی...... ''یہ کس کا لہو ہے کون مرا؟''

یہ ایک سوالیہ تھا۔ چالیس سال کے بعد بھی جب اس کی ڈیمانڈ تھم نہ سکی تو ہم نے خود ہی اس کا جواب اس کے دسویں ایڈیشن کے بعد دیا...... ''یہ لہو کشمیر کا ہے یہ کشمیر مرا!'' اس میں مزید دو ابواب کا اضافہ کر کے عنوان بدل دیا گیا۔

میری ایک کہانی جو ماہنامہ '' پگڈنڈی '' امرتسر میں شائع ہوئی اس کا عنوان تھا'' سیاہ آندھی''! یہ ساوتھ افریقہ میں نسلی امتیاز کے پس منظر میں تحریر ہوئی تھی۔ ساوتھ افریقہ کے صدر سمتھ کی دور حکمرانی میں نسلی فساد میں ہزاروں کی تعداد میں یہاں کے سیاہ فام نہ صرف ملک بدر کئے گئے بلکہ سینکڑوں کی تعداد میں جان سے مارے بھی گئے۔ جب یہ کہانی شائع ہوئی تو پنجاب کے ایک قلمکار سرجیت نے اس کا انگریزی ہندی اور پنجابی میں ترجمہ کیا' سرجیت نام کا یہ رائٹر ماہنامہ '' سریتا'' کے ساتھ منسلک رہا۔ انہوں نے میری اور چند کہانیاں دوسری زبانوں میں ترجمہ کر کے میرے فدوی ہونے کا اعتراف کیا۔ اس کہانی پر دہلی میں مقیم برٹش ایمبسی سے اعتراض اٹھایا گیا۔ ہندوستان کی ہوم منسٹری سے مجھ سے جواب طلب کیا گیا۔ میں نے جواب کے ساتھ ایک تمسیلچہ لکھا...... '' انگریز تیرا جواب نہیں'' بات آئی اور گئی' البتہ سویت یونین کے ایک کلچرل ادارے کے ڈائریکٹر گوسُوان سے مجھے ایک پرینٹیڈ کارڈ ملا۔ اس میں مجھے'' سیاہ آندھی'' کو ڈرامائی روپ دینے کی ہدایت ملی' میں نے ڈرامائی روپ دے کر اس کا عنوان'' جلاد اور لڑکی! ر کھکر بھیجا کوئی ڈیڑھ ماہ بعد مجھے سویت ایمبسی دہلی سے ہدایت مل گئی' آپ پاسپورٹ لیکر ایمبسی پر حاضر ہو جائیں' آپ کے پاس پورٹ پر ایک مہینہ کا ویزا لگوا کر ماسکو بھیجا جائے گا جہاں آپ سرکاری مہمان ہوں گے۔

چونکہ میرے پاس' پاسپورٹ تھا ہی نہیں' میرا جانا ملتوی ہی نہیں ناممکن ہوا۔ البتہ مجھے بتایا گیا۔'' جلاد اور لڑکی! کے پورے سویت یونین میں ۳۰ شو ہوئے ہیں۔ اس کے بعد میری ایک اور کہانی'' جہاں انسان دفن ہے۔ اس کا ڈرامائی روپ دے کر وہاں اس کے لئے اوپن ائر اسٹیج بنایا گیا تھا۔ اس کی اطلاع مجھے سیکریٹری کلچرل اکیڈمی محمد یوسف ٹینگ کی طرف سے تاشقند سے بھیجے گئے خط کے ذریعے مل گئی۔ محمد یوسف ٹینگ سرکاری طور پر سویت یونین کے ۱۵ روز

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

دورے پر گئے تھے۔

چھٹی دہائی کی مڈل سے لے کر ساتویں دہائی کی شروعات تک میرا آکاش وانی بمبئی کے ساتھ لیزان رہا۔ یہاں اس ادارے کے مقبول عام پروگرام ''ہوا محل'' سے میری کوئی ۱۸ جھلکیاں نشر ہوئیں' ان میں سے تین مزاحی جھلکیوں پر مجھے آکاش وانی ایوارڈ ملا۔ میری ایک جھلکی ''ڈاکٹر جراثیم' دوسری ''کیا مصیبت ہے!'' اور تیسری ''آرم سٹرانگ'' پر یہ ایوارڈ ملے' جھلکی ''آرم سٹرانگ'' پر محکمانہ طور پر پرموشن ملی۔ میں آپ کو بتاتا چلوں' امریکہ کے سائنسدانوں نے پہلی بار جب نیل آرم سٹرانگ نامی ایک انسان کو خلا میں بھیجا اور اس نے چاند پر قدم رکھا' تو یہ پورے عالم کے لئے ایک انوکھی اور اہم خبر تھی' میں نے اس کے پس منظر میں نیلم کو کاٹ کر صرف ''آرم سٹرانگ'' کے نام سے جھلکی لکھکر ہوا محل کو بھیجی' آکاش وانی بمبئی کا یہ اصول رہا جو جھلکی ہوا محل سے نشر ہونے کے بعد اگلے روز میٹنگ میں ڈسکس ہو کر اس کی عوامی سطح پر پسند کا جائزہ لیا جاتا تو اس جھلکی کو نہ صرف ملک کے دوسرے ریڈیو اسٹیشنوں کو اس کی ریکارڈنگ بھیجی جاتی بلکہ اسے آکاش وانی کے اردو میگزین'' آواز'' میں بھی شائع کیا جاتا، چناں چہ میری جھلکی ''آرم سٹرانگ'' جب ریڈیو کشمیر سرینگر سے بھی نشر ہوئی تو اس پر اپنے بہی خواہوں سے جو پزیرائی مجھے ملی وہ الگ' البتہ اُس روز نہ جانے میں دفتر لیٹ کیوں پہنچا' میں اُن ایام میں محکمہ زراعت کی انٹومالوجی لیبارٹری میں تعینات تھا۔ میرا باس جموں کے رتن لال شرما تھے۔ جب میں دیر سے دفتر پہنچا تو مجھے پتہ چلا ادارے کے ہیڈ انٹومالوجسٹ شرما صاحب ہمیں بار بار یاد کر رہے ہیں اور اُن کی طرف سے ہدایت ملی ہے جب میں لیبارٹری میں آجاؤں تو اسے باس سے ملنے کو کہ دینا۔

میں یہ جان کر کچھ پریشان ہوا' باس مجھے دیر سے آنے پر ڈانٹیں گے' نہ جانے کیا ایکشن لینگے میں تشویش کو لیکر باس کے سامنے حاضر ہوا۔ رتن لال شرما'' اپنی کرسی سے کھڑے ہوئے ہم سے ہاتھ ملایا اور مجھے مبارک باد دی...... انہوں نے بتایا کل شام کو میں نے آپ کی جھلکی'' آرم سٹرانگ'' سنی' میں بہت متاثر ہوا' آپ تو واقعی بڑے جینئس ہیں۔ طنز و مزاح میں آپ کی مہارت کا میں قائل ہوا ہوں۔ بڑے کمال کی جھلکی تھی۔ میری طرف سے مبارک ہے۔ مجھے آپ کی بڑی قدر کرنی چاہیے.....'

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اگلے روز مجھے باس کی طرف سے پروموشن آڈر ملا میرا ریڈیو کشمیر سرینگر سے ہی لیزان رہا۔ یہاں سے اردو اور کشمیری میں میرے کوئی ۱۸ اُڑرامے براڈ کاسٹ ہوئے۔

جب کشمیر میں دوردرشن کا چلن ہوا' تو ابتداء میں میرے یہاں سے تین ڈرامے ٹیلی کاسٹ ہوئے ان کے بعد دو ٹیلی فلمیں بھی ٹیلی کاسٹ ہوئیں' ایک ٹیلی فلم ''ٹوٹے آئینے کی پرچھائیاں'' اشوک جیلخانی نے پروڈیوس کی' اس میں میں نے خود ڈاکٹر کا رول ادا کیا۔ میری ایک آرٹ فیچر فلم ''پانی کی چٹان'' وڈیرا پروڈکشن بینر تلے بنی ہے اس کے نمایاں کرداروں میں انیل کپور اور موسمی چٹر جی شامل تھیں۔ اس کے بعد بسواجیت پرڈیکشن کے تحت ''خون آگ اور دھواں'' زیر تکمیل تھی' بسواجیت کے سرگباش ہونے کے بعد اس فلم کا کوئی اتا پتہ نہ چل سکا۔ موشن پکچرس بمبئی ''ایک رحم اور سہی'' میں وہی دو کردار انیل کپور اور موسمی چٹر جی ہیرو اور ہیروئن کے طور کام کر رہے تھے۔ نصف سے زیادہ شوٹنگ کے بعد موسمی چٹر جی نے کسی معاملہ پر تنازعہ کھڑا کر کے علحدگی اختیار کر لی۔

ایک اور فیچر فلم ''سہاگ اور شعلے'' سرینگر کے جھیل ڈل میں شوٹنگ کے دوران سکرپٹ میں تبدیلی لانے پر تنازعہ کا باعث بنی۔ میرے ایک ناول ''زندگی اور موت'' کی تھیم پر برسوں بعد ایک فلم ''اندھا قانون'' باکس آفس پر کامیاب فلم قرار دی گئی۔ البتہ اس میں رائٹر کا کہیں نام ونشان نہ تھا۔ ہم نے بھی اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ ہم نے اس سفر میں کافی کچھ کھویا اور کچھ نہ کچھ پایا بھی۔

بحر حال'' آج جو یہ افسانے کتابی صورت میں منصۂ شہود پر آرہے ہیں یہ گزشتہ دس بارہ سال کے دوران کی پیداوار ہیں۔ گاہے بہ گاہے معرض وجود میں آئے ہیں۔ البتہ اس میں شامل آرٹیکل ماضی کی یادگار ہیں اور یہ شائع شدہ ہیں۔ مجھے مقامی اور ملکی سطح پر نامور ادبی رسالوں کا مدیر اعلیٰ اور مدیر اعزازی کا اعزاز حاصل رہا۔ میں ۱۹۶۷ء کے دوران ماہنامہ ''نگارش'' امرتسر مدیر اعزازی کا اعزاز پا گیا۔ اگلے سال ''اردو ڈائجسٹ'' عارض۔ دہلی کا مدیر اعزازی نامزد ہوا۔ مقامی طور پر ادبی ''رسالہ جھرنا''! کا نائب مدیر اعلیٰ۔ ادبی رسالہ ماہنامہ ''روبی''۔ اور ماہنامہ ''کینواس'' کا مدیر اعلیٰ رہ چکا ہوں۔ اس کے علاوہ میں ویکلی اردو اخبار

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''قومی وقار۔! کا مالک اور مدیر اعلیٰ کے عہدے پر فائز ہوں۔

آپ کی جانکاری کے لئے یہ بتانا چاہوں گا۔ ۱۹۷۵ء میں ''یہ کس کا لہو ہے کون مرا؟'' کا جو حشر ہوا' یہ ایک صدمہ سے کچھ کم نہ تھا۔ البتہ ۱۹۸۲ء میں جب اسے دوبارہ شائع کر کے منظر عام پر لایا تو اس سے میرے ادبی سفر میں راستے کا موڑ بدل گیا۔ کیونکہ اس تاریخی تحریکی اور سیاسی موضوع پر ناول نے مجھے احباب کی طرف سے ناول ٹائپ سے ہٹ کر تاریخی دستاویز لکھنے کی ترغیب دی چناں چہ میں نے ''کشمیر کا سیاسی انقلاب' ضبطہ تحریر میں لا کر اسے قوم کیلئے وقف کیا۔ یہ ایک ایسی دستاویز ثابت ہوئی جس نے واقعی ریاست میں انقلاب لایا۔ یہ کتاب جو پانچ جلدوں پر مشتمل تھی نہ صرف مقامی اور ملکی بلکہ بین الاقوامی سطح پر شہرت حاصل کر گئی' اس کتاب کے یہاں کے بعض اہم احباب اور شخصیات نے درجنوں سیٹ خرید کر پوری دنیا میں مقیم کشمیریوں کو بطور تحفہ بھیجا گیا۔ یہ کتاب سراسر سیاسی تاریخی اور تحریکی موضوع پر مبنی تھی۔

البتہ اس کو یہاں کی دینی درس گاہوں میں مفت مطالعے کے لئے رکھا گیا۔ یہ کتاب یہ دستاویز میرے چاہنے والوں میرے قلم کے شیدائیوں اور میرے بہی خواہوں کے لئے مجھے گلے لگا کر میرا ماتھا اور میرا ہاتھ چومنے کا باعث بنی۔ ان گلے لگانے والوں' ماتھا اور ہاتھ چومنے والوں نے میری جیب میں نوٹ ڈال کر اپنی طرف سے انعامات سے نوازا۔ اس کتاب نے عالمی سطح پر مجھے یورپی یونین کی پارلیمنٹ برسلز میں اعزاز بخشا۔

البتہ میری تحقیقات پر سب سے بڑا اور انمول ایوارڈ جو مجھے ملا' نہیں لگتا اب تک کسی قلمکار کو اس کی تحریر پر ملا ہوگا۔ سعودی عربیہ کے شہر جدہ میں ایک تقریب پر جہاں اہم عالمی شخصیات کے ساتھ دنیا بھر کے سفارتی نمائندے موجود تھے۔ نہ صرف مجھے خلعت سے نوازا گیا۔ بلکہ گورنر مکہ کی طرف سے مجھے خانہ کعبہ کے اندر جانے اندر جا کر اندرون خانہ کعبہ کی زیارت کرانے کے ساتھ مدینہ منورہ جا کر روضہ رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم تک جانے کا عندیہ ملا جہاں انسان پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ مجھے پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اُس منبر کو چھونے اور وہاں پر دو رکعت نفل ادا کرنے کا موقعہ ملا جس منبر پر آپ ﷺ جمعہ کا خطبہ دیا کرتے تھے۔ ان سارے اعزازات میں ''کشمیر کا سیاسی انقلاب'' کا عمل دخل نمایاں رہا اور ہم سے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

(ڈومور)۔۔کا مطالبہ کیا گیا۔میں نے یہ مطالبہ ایک چیلنج کے طور لیا' پانچ جلدوں پر مشتمل ۸سو سال کی تاریخ مرتب کر کے پیش خدمت کی' اس پر بھی جب ہم سے۔۔Do-more کا تقاضا کیا گیا۔تو ہم نے تاریخ نویسی میں آگے جانے کے بجائے پیچھے جانے کا فیصلہ لیا' ہم نے پہلی بار پانچ ہزار سال کی تاریخ لکھ کر ایک ریکارڈ قائم کیا۔اس دستاویز کے بارے میں میرا دعویٰ ہے گذشتہ اڑھائی سو سالہ تاریخ نویسی میں ایک سو کے قریب تاریخ دانوں تاریخ نویسوں نے نیل مت سے لے کر کلہن پنڈت تک اور محمد دین فوق سے لے کر حسن کیہامی تک کسی ایک نے بھی پانچ ہزار سال کی تاریخ مرتب نہیں کی ہے۔ہاں کروڑوں سال کا حوالہ دیا گیا۔لیکن مسلسل اڑھائی ہزار سال کی تاریخ کو مرتب کیا ہے۔

اس دوران جب میں تاریخ نویسی کے سمندر میں غرق تھا۔صحافت کے ساتھ بھی منسلک رہا۔اپنا ذاتی ویکلی اخبار ''قومی وقار'' جاری رکھا۔اس دوران افسانہ کے لئے موضوع ملا تو اس کو بھی قلمبند کرتا گیا۔اس دوران کوئی درجن بھر افسانوں نے جنم دیا۔ان کو ایک مجموعہ میں شامل کر کے کتابی صورت عطا کی۔اور فیصلہ لیا ادب کی طرف اب واپس لوٹ چلیں۔

شبنم قیوم

رائٹر، ہسٹورین، جرنلسٹ

☆☆☆

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کرشن چندر وسلمیٰ صدیقی سے مکالمہ

یہ ۲۹ جون ۱۹۷۰ء کی بات ہے۔ کرشن چندر اپنی شریک حیات سلمیٰ صدیقی کے ساتھ کشمیر آ کر یہاں ایک سرکاری گیسٹ میں قیام پذیر تھے۔ غالباً کرشن چندر وزیر اعلیٰ خواجہ غلام محمد صادق کی دعوت پر کشمیر تشریف لائے تھے اور سرکاری گیسٹ ہاؤس میں صادق صاحب کے مہمان خصوصی تھے۔ جب اخباری اطلاعات پر مجھے سرینگر کے ٹورسٹ گیسٹ ہاؤس میں کرشن چندر کے قیام کا پتہ چلا' تو میں نے اُن سے ملاقات کا فیصلہ کرلیا' میں اپنے ساتھ غیر مطبوعہ افسانوں کا مجموعہ ''ایک زخم اور سہی!'' ساتھ لے گیا۔ ۱۶ افسانوں کا یہ قلمی مجموعہ ایک نوٹ بک پر ضبط تحریر میں لایا گیا تھا۔

یہ وہ دور تھا جب میں مقامی اردو اخبارات کے بعد ملک کے بعض ادبی رسالوں میں بحیثیت افسانہ نگار متعارف ہو چکا تھا۔ البتہ محدود پیمانے پر ایک روز دن کے ایک بجے میری کرشن چندر سے گیسٹ ہاؤس پر ملاقات ہوئی۔ انہوں نے گرم جوشی سے آؤ بھگت کی' مجھے اپنے قریب بٹھایا' اور ملاقات کا مدعا و مقصد پوچھا:۔

میں نے اپنی نوٹ بک ان کی خدمت میں پیش کی اور اس کو پڑھنے کے بعد اس پر اپنی رائے لکھنے کی التماس کی' انہوں نے نوٹ بک لے کر اسے سرسری طور دیکھا اور ہم سے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ہمارے مشاغل کے بارے میں نیز کشمیر کے موجودہ حالات کے بارے میں جانکاری حاصل کر لی' ہمارے درمیان کوئی ۲۰ منٹ تک ادبی سماجی سیاسی اور دیگر موضوعات پر تبادلہ خیال رہا۔ تو اسی دوران سلمٰی صدیقی نے مداخلت کرتے ہوئے میری طرف رخ کر کے بتایا۔ کرشن چندر کو لنچ کے بعد ایک ڈیڑھ گھنٹہ آرام کرنے کا معمول ہے۔"

اتنا کچھ بتا کر سلمٰی آپا نے مجھے رخصت ہونے کا اشارہ دیا۔ میں نے فوری طور کرشن چندر سے ہاتھ ملا کر رخصت لی تو انہوں نے بتایا چند روز کے بعد آ کر یہ نوٹ بک لے جانا۔ اس پہلی ملاقات پر میں یقیناً بڑا شاد ہوا۔

حسب وعدہ چار روز کے بعد جب میں گیسٹ ہاؤس جا کر کرشن چندر کی خدمت میں حاضر ہوا تو پتہ چلا وزیر اعلیٰ خواجہ غلام محمد صادق کا اُن کی رہائش گاہ پر بلاوا آ گیا۔ کرشن چندر صبح سویرے وہاں چلے گئے ہیں۔ ابھی واپس آتے ہوں گے۔

سلمٰی صدیقی نے مجھے تشریف رکھنے کی آفر دی اور اس کے ساتھ انہوں نے خدمت گار کو میرے لئے چائے لانے کی ہدایت دی!

سلمٰی آپا کا مجھ سے پہلا سوال تھا۔ "تم اتنی کم سنی میں اتنے معیاری افسانے کیسے لکھتے ہو۔۔؟"

اس سوال کا میرے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ انہوں نے خود ہی بتایا۔

"اُس روز جب تم نوٹ بک لا کر چھوڑ کر واپس چلے گئے اور کرشن چندر حسب معمول لیٹ گئے۔ تو میں نے غیر ارادی طور تمہاری نوٹ بک ہاتھ میں لی اور اس کی ورق گردانی کرنے لگی۔ یہ جان کر کہ آج کے نوجوان گھسی پٹی رومانوی، عشق اور عاشقی کی کہانیاں لکھ کر ہمارے ساتھ اپنا بھی وقت ضائع کرتے ہیں۔ ہم اول تو اُن سے طبع زاد افسانے تبصرہ کے لئے لیتے نہیں اب اگر کسی وجہ سے لینے پڑتے ہیں۔ تو پہلی کہانی پڑھتے ہی مزید وقت ضائع کرنے سے باز آنا پڑتا ہے۔ البتہ میں نے تمہاری نوٹ بک کھولی' تو پہلی کہانی پڑھ کر میری تمہارے بارے میں رائے بدل گئی۔ اس کہانی نے مجھے اس قدر متاثر کیا جب تک کرشن چندر سوتے رہے۔ میں نے پورے ۶ افسانوں کا مطالعہ کیا۔ جب کرشن چندر نیند سے جاگے اور وہ باتھ روم سے نہا

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

دھوکر واپس آ گئے تو میں نے اُن سے کہا'

''وہ جو لڑکا' یہ نوٹ بک چھوڑ گیا ہے۔ یہ چھپا رستم ہے۔

''اچھا۔۔۔' کیا پڑھنے لائق افسانے لکھے ہیں۔''

''میں ایک ہی نشست میں پورے ۶/ افسانے پڑھ چکی ہوں۔ ان میں اتنی گرفت ہے کہ مجھ سے ایک کے بعد دوسرا افسانہ پڑھے بغیر نہیں رہا گیا۔ میں حیران ہوں اتنا چھوٹا کم عمر لڑکا' اس قدر معیاری افسانے اور وہ بھی اچھوتے موضوعات پر کیسے لکھ سکا۔۔۔' ان افسانوں کو آپ ضرور پڑھیں گے۔ اور اپنی رائے بھی لکھیں گے۔''

سلمٰی آپا کی زبانی ایسے سُننے کے دوران میں وہ چائے پینا بھول گیا جو میرے سامنے ٹیبل پر رکھ دی گئی تھی۔

اسی دوران کرشن چندر واپس آئے۔۔' انہوں نے مجھے کمرے میں سلمٰی آپا کے ساتھ دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا۔ وہ صوفہ پر بیٹھ گئے اور بتایا۔ ''ہم تین روز کے لئے پہلگام جارہے ہیں۔ ابھی کچھ دیر بعد ہمیں گاڑی مہیا کی جائے گی۔۔۔۔ تم نے اچھا کیا جو اس وقت آگئے۔ میں نے سلمٰی کی سفارش پر تمہارے افسانے پڑھے اور اُن پر اپنی رائے لکھ کر رکھی ہے۔ البتہ میں تم سے کچھ دریافت کرنا چاہوں گا۔

''زہے قسمت میں حاضر ہوں!

''کیا تم نشہ کرتے ہو' میرا مطلب ہے شراب پیتے ہو؟

''نہیں جناب۔۔: میں تو سگریٹ بھی نہیں پیتا۔۔۔:

''رنڈی خانہ جاتے ہو؟

نہیں بالکل نہیں۔۔۔:

''میرا مطلب ہے بدکاری کے لئے نہیں۔ بلکہ مشاہدے کے لئے؟

''نہیں بالکل نہیں۔

''میرا تم سے مشورہ ہے مشاہدات کے لئے تمہیں شراب خانے اور رنڈی خانے جانا پڑے گا۔ کیونکہ حالات واقعات اور مشاہدات ایک کہانی کار کے لئے لازمی ہیں۔ اس سے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

تمہاری سوچ اور اپروچ میں وسعت آئے گی: تمہاری کہانیاں پڑھ کر میں بہت متاثر ہوا۔ عدیم الفرصت ہونے کے سبب میں ان سبھی افسانوں پر الگ الگ تبصرہ نہیں لکھ سکا۔ البتہ مختصر طور پر جو میں نے تمہارے اور تمہارے فن کے بارے میں لکھا ہے۔ وہ ایک آئینہ ہے اور اس آئینہ میں سارا کچھ دکھائی دیتا ہے۔ ہاں! پہلگام میں چند روز تک قیام کے بعد ہماری واپسی ہوگی۔ اگر کبھی ہمیں آنا ہوا تو ہم سے ضرور مل لینا۔

اسی دوران سلمیٰ آپا نے الماری سے نوٹ بک لا کر میرے حوالے کی۔ گھر آ کر جب میں نے یہ نوٹ بک کھولی۔ تو اس میں ایک لفافہ تھا۔

☆☆☆

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کرشن چندر کے قلم سے

شبنم قیوم کو کہانی کا فن آتا ہے اور ان کے ہاں وادیٔ کشمیر کی زندگی کا متنوع مشاہدہ موجود ہے اور اسے نفسیاتی طور پر جذب کرنے اور پھر فکر و فن کے سانچوں میں ڈھالنے کی قوت بھی! شبنم قیوم واقعات اصلیت اور حقیقت کی عکاسی میں کہیں کہیں شاعرانہ انحراف کے قائل بھی نظر آتے ہیں۔ ادب میں اگر فنکار تصور یا غلو سے کام نہ لے تو ادب اور فوٹو گرافی میں کیا فرق رہ جائے۔

شبنم قیوم کے افسانوں میں درد اور تڑپ ہے زندگی کی گہرائیوں پر ان کی گہری نظر ہے، ان کی زبان اور اس کا پیرائیہ بیان دونوں عمدہ ہیں۔ مشق سے یہ پیرائیہ بیان اور بھی نکھر جائے گا۔

شبنم قیوم بالعموم اپنے افسانوں میں قاری کی دلچسپی قائم رکھتے ہیں۔ ان کی کہانیوں کے بنیادی کردار میں ایسی خصوصیت اُبھر آتی ہے کہ پڑھنے والا چونکے بغیر نہیں رہ سکتا، وہ افسانے کو کسی ایسے موڑ پر لا کھڑا کرتے ہیں جہاں پوری کہانی ایک سوال بن جاتی ہے اور خود جواب دینے کے بجائے قاری سے جواب مانگتی ہے۔ ان کے طویل افسانوں کا مجموعہ ''ایک زخم اور سہی'' اس کی ایک مثال ہے۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

شبنم قیوم ایک نوجوان افسانہ نگار ہیں۔ اگر انہوں نے اسی دلی لگن سے کام لیا اور متواتر کام لیا تو مجھے یقین ہے ان کی فطری صلاحیتں اور بھی ابھریں گی اور ایک دن وہ قدر اول کے افسانہ نگار ثابت ہوں گے۔

سرینگر ٹورسٹ ریسیپشن سنٹر گیسٹ ہاؤس
(۳ جولائی ۱۹۷۰)

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ڈاکٹر مشتاق احمد وانی

سابق صدر شعبۂ اردو بابا غلام شاہ

بادشاہ یونیورسٹی، راجوری (جموں و کشمیر)

شبنم قیوم کے افسانوں میں سماجی ونفسیاتی انتشار

(افسانوی مجموعہ ''آب سو جائیں'' کے تناظر میں)

شبنم قیوم جموں وکشمیر کے اُن کہنہ مشق اور وسیع فکر ونظر کے ادیبوں میں شامل ہیں جنہوں نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ لکھنے پڑھنے میں گذار دیا ہے۔ اُنھوں نے یہاں کی سیاست و ثقافت، تہذیب ومعاشرت کے عروج وزاول کو بہت قریب سے دیکھا ہے، سمجھا ہے، سوچا ہے اور اُسے اپنی فکشن نگاری کے ذریعے عوام تک پہنچانے میں ہمت واستقلال سے کام لیا۔ شبنم قیوم کی جائے پیدائش وادیٔ کشمیر کی ایک معروف جگہ ڈل گیٹ سری نگر ہے جہاں وہ ۱۲ر فروری ۱۹۳۸ء کو پیدا ہوئے۔ اُن کے والد کا نام عبدالرزاق ریشی اور والدہ کا نام فیضی بیگم تھا۔ اُنھوں نے سرکاری اسکول سے آٹھویں جماعت کا امتحان پاس کرنے کے بعد جامعہ علی گڑھ سے ادیب کا امتحان پاس کیا۔ محکمہ زراعت میں ملازم رہے اور پھر اسی محکمے میں رہتے ہوئے بیسک اگریکلچر ڈگری حاصل کر کے اگریکلچر اسسٹنٹ کی پوسٹ سے سبکدوش ہوئے۔ اُن کی تا حال ۴۲ کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور ۶ کتابیں اشاعت کے لئے تیار ہیں۔ شبنم قیوم کی یہ تمام

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کتابیں ادبی سیاسی تاریخی اور تحریکی موضوعات سے تعلق رکھتی ہیں۔ تقریباً سولہ سال کی عمر سے اُن کا ادبی سفر شروع ہوا ہے جو کم وبیش پانچ دہائیوں پر محیط ہے۔ اُنھوں نے ناول افسانے ڈرامے اور تبصروں وتذکروں کے علاوہ بہت سے سیاسی سماجی اخلاقی اور تاریخی مضامین لکھے جو متعدد اخبارات ورسائل کی زینت بنے ہیں۔ اس تخلیقی وادبی جنون نے اُنھیں آج تک ادبی حصار سے نکلنے نہیں دیا ہے۔

شبنم قیوم شروع سے ہی ایک بے باک اور انقلابی ذہنیت کے حامل رہے ہیں اُن کے فن پاروں اور ادب پاروں میں ہماری ملاقات اُس شبنم قیوم سے ہوتی ہے جس کی سوچ کا دائرہ لامحدود ہے اور جس نے سماج کی اُن تمام ناانصافیوں اور کجرویوں کو موضوع بنایا ہے جس کے باعث ہمارا معاشرہ مفلوج اور مفلوک الحال بنا ہوا ہے۔ خاص طور پر اُن کے افسانوں اور ناولوں میں ہمیں کشمیر کی تہذیب ومعاشرت اور وہاں کے عوام کی بدحالی اور استحصالی صورت حال کی موثر عکاسی نظر آتی ہے اس حوالے سے اُن کا ناول یہ کس کا لہو ہے کون مرا کافی متنازعہ اور صداقت کی ایک للکار تصور کیا گیا۔ اس ناول کی اشاعت نے موصوف کو ذہنی وروحانی کوفتوں میں بھی مبتلا کیا کیونکہ سچ کذابوں اور عیاروں کے دروازے بند کروادیتا ہے۔ اس ناول کی اشاعت چالیس سال تک جاری رہی جو اپنے آپ میں ایک بہت بڑا ریکارڈ ہے اُن کے ایک اور ناول زندگی اور موت پر اندھا قانون کے نام سے ایک فلم بنی۔ غرض یہ کہ اُن کی متعدد کہانیوں پر فلمیں بھی بنائی گی ہیں جن میں کشمیری عوام کی زندگی اور وہاں کی تہذیب وثقافت کی جھلکیاں دکھاتی دیتی ہیں۔ گویا شبنم قیوم کے پاس ایک ایسا تخلیقی ذہن ہے جس نے ہمارے اردوادب میں ایک نمایاں اضافہ کیا ہے اُن کی کثیر الجہات ادبی شخصیت نے بہت سے قارئین کو اُن کا شیدائی بنادیا ہے۔

''آ اب سو جائیں''، شبنم قیوم کا افسانوی مجموعہ ہے۔ اس میں اُن کے بارہ طویل افسانے شامل ہیں افسانوں کی ترتیب سے پہلے مصنف نے شذرات کے عنوان سے اپنی ادبی زندگی اور چند اہم انعامات واعزازات کے ساتھ ساتھ اُن تمام مصائب ومشکلات کا بھی ذکر کیا ہے جو اُن کی بے باکی اور حق گوئی کے نتیجے میں اُنھیں پیش آتے ہیں۔ شذرات کے بعد کرشن

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

چندر اور سلمیٰ صدیقی سے شبنم قیوم کا مکالمہ بھی شامل ہے اور آخر پر شبنم قیوم کی افسانہ نگاری سے متعلق عالمی شہرت یافتہ افسانہ نگار کرشن چندر کے تاثرات کو شامل کیا گیا ہے۔اس مجموعے میں بارہ افسانے شامل کئے گئے ہیں۔جو اپنے عنوانات، مواد، پیشکش اور طوالت کے لحاظ سے دلچسپی اور تحیر و تجسس کے حامل معلوم ہوتے ہیں۔مثلاً ''سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں''،''بھوک''، ''محبت کا ٹرانسفر آرڈر''، ''سفید چادر سرخ داغ''، ''جانور''، ''میری بیوی کا پتی''، ''مماثلت''، ''خاک اور خمیر''، ''آ بیل مجھے مار''، ''زندہ لاش''، ''بے زبان'' اور ''آخری خواہش''۔شبنم قیوم کے یہ تمام افسانے اُن کی ہنر مندی، سماجی شعور اور کشمیری قوم کی بے بسی پہ اُن کی گہری نظر کو آشکار کرتے ہیں۔وہ کہانی یا افسانے کے فنی لوازمات پر خصوصی توجہ دیتے ہیں۔اگر چہ اُن کے مذکورہ افسانے طوالت کے ساتھ اختتام کو پہنچتے ہیں لیکن ان افسانوں کی ایک خاص خوبی یہ ہے کہ ان کا مطالعہ کرنے کے دوران قاری اُکتاہٹ اور بوریت محسوس نہیں کرتا کیونکہ یہ افسانے سیدھی سادی زبان اور شگفتہ بیان کے حامل ہیں۔شبنم قیوم نے علامتوں، استعاروں اور ابہامیت کا سہارا لے کر قاری کو الجھنوں میں نہیں ڈالا ہے کیونکہ انہیں اس بات کا احساس ہے کہ کہانی کار سماج کا ایک ذمے دار فرد ہوتا ہے۔وہ تعمیر حیات چاہتا ہے اور مقصدیت کے آئینے میں قاری کو بہت کچھ سوچنے پر آمادہ کرتا ہے۔مانا کہ انٹرنیٹ کی دُنیا نے قاری کو شعر و ادب کا مطالعہ کرنے سے دُور کر دیا ہے۔آج کا قاری مختصر وقت میں بہت کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے۔وہ سکون اور راحت کا متلاشی ہے۔اس لئے وہ فیس بک، وہاٹس ایپ اور یوٹیوب دیکھنے اور ان چیزوں کو استعمال کرنے میں دلچسپی رکھتا ہے۔بلاشبہ آج کے قاری کی یہ روش اُس کی بصیرت اور فکری اساس پر کاری ضرب لگا رہی ہے امید ہے جب وہ سوشل میڈیا کے استعمال سے اُکتا جائے گا تو وہ شعر و ادب کی طرف مراجعت کرے گا۔

شبنم قیوم ایک کہنہ مشق افسانہ نگار ہیں کہ جو حیات و کائنات کی تلخیوں کا زہر پی کے جوان ہوئے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ان کے افسانوں میں متعدد مقامات پر سماجی و نفسیاتی انتشار و خلفشار کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ظاہر ہے یہاں میں ان کے ان افسانوں کو زیر بحث لانے کا متمنی ہوں جو اس مجموعہ ''آ اب سو جائیں'' میں شامل ہیں۔ہم کو ماننا پڑے گا۔ناول نگار یا

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

افسانہ نگار سماج میں وقوع پذیر حالات و واقعات اور عوام کے جذبات و احساسات کا ترجمان ہوتا ہے۔ وہ مشاہدے اور تجربے کی بنیاد پر کوئی کہانی یا افسانہ تخلیق کرتا ہے۔ اُس کی حساسیت اسے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کرتی ہے۔ مجموعے میں شامل شبنم قیوم کا پہلا افسانہ ''سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں'' کا تعلق ۲۰۱۴ء میں کشمیر میں آئے سیلاب سے ہے۔ میر سلام الدین اس افسانے کا مرکزی کردار ہے جو اپنی تیسری بیٹی نذہت کی شادی بڑی دھوم دھام سے کرانے کی فکر میں ہوتے ہیں۔ جہیز میں اپنی بیٹی کی ضرورت کی ہر ایک چیز دینے کے خواہش مند ہیں۔ شادی کی تیاریاں زوروں پر ہیں۔ تقریباً تمام انتظامات مکمل ہو چکے ہوتے ہیں کہ کچھ ہی دنوں کے بعد کشمیر میں موسلا دھار بارش شروع ہو جاتی ہے جو بعد میں سیلاب کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ سینکڑوں جانیں اور کروڑوں کا مالی نقصان ہو جاتا ہے۔ میر سلام الدین بڑی مشکلوں سے اپنی، اپنی بیوی عائشہ اور بیٹی نذہت کی جان بچانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اُن کا تمام مال و اسباب سیلاب کی نذر ہو جاتا ہے۔ اس افسانے کی سب سے بڑی خوبی طوالت کے باوجود یہ ہے کہ یہ قاری کو ایک خاص تاریخی واقعے کی یاد تازہ کرا دیتا ہے، مزید یہ احساس کرواتا ہے کہ انسان کو منشائے الٰہی کی خبر نہیں ہوتی۔ وہ کیسے کیسے ارمان دل میں رکھتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ اس کے سارے ارمان پورے ہوں۔ اس افسانے میں افسانہ نگار نے کس عمدگی سے میر سلام الدین اور اس کی بیوی کے درمیان ہوئی بات چیت کو خوب صورت الفاظ کا جامہ پہنایا ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔

''گذشتہ کئی روز سے سلام الدین کاروبار کے بجائے صرف اپنی بیٹی کی شادی کی تقریب پر سارا دھیان دے رہا تھا۔ شادی کی تقریب میں ایک ہزار مہمانوں کی آمد ہے۔ اُن کے لئے مثالی طعام کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ حسب معمول شام کو کارخانے سے واپس آ گیا تو وہ یادداشت پر زور دے کر مکمل کئے گئے کام اور آگے کئے جانے والے کام پر غور کرنے لگا۔ شام کا کھانا کھانے کے بعد آج وہ کچھ دیر سے لیٹنے کے لئے بیڈ پر آیا۔ کوئی کمی بیشی نہ رہی، وہ اپنی یادداشت پر زور دینے لگا۔ وہ خود سے باتیں کرنے لگا۔ اُس کو پتا بھی نہ چلا۔ اس کی بیوی بیڈ پر آ کر اُس کے پہلو میں آئی اور پوچھنے لگی۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''کیا سوچ رہے ہو؟''

میر سلام الدین بے ساختہ بولا گویا وہ منہ کھولنے کے لئے بڑا بے چین تھا۔

''میری عائشہ ہم نذہت بیٹی کی شادی کی آڑ میں اُسے اپنے سے جدا تو نہیں کر رہے ہیں؟''

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟''

''شادی کے بعد ہم تم اکیلے رہ جائیں گے ہمیں اس کی کمی بہت ستائے گی''

''یہ بات تو ہے، پر شادی تو کرنی ہے۔''

ماں باپ اپنی بیٹی کی جدائی اور وداعی کے موقع پر روتے ہیں لیکن قانون قدرت کے آگے بے بس و مجبور ہوتے ہیں۔ بیٹیاں ماں باپ کے گھر کی رونق ہوتی ہیں۔

شبنم قیوم نے اس افسانے کے کرداروں کی بات چیت اور ان پر بیتے مصائب و آلام کی جورُوداد بیان کی ہے وہ دلچسپ تو ہے لیکن لرزہ خیز بھی ہے۔ اس افسانے کا اختتام بڑا مایوس کن ہے جو قاری کو جھنجھوڑ کے رکھ دیتا ہے۔ افسانہ نگار نے سیلاب سے متاثرہ ماحول کی منظر نگاری اس طرح کی ہے:

''داماد کو گاڑی نکالنے کے لئے کہا گیا تو نذہت بھی گھر جانے اور وہاں اپنا دلہن کا سامان دیکھنے کے لئے تیار ہوگئی۔ گاڑی چندہ پورہ سے روانہ ہوگئی۔ گوگجی باغ پہنچ کر جب سڑک پر ملبے اور کوڑا کرکٹ کے ڈھیر دیکھ گاڑی روکنی پڑی تو گاڑی کو ایک سائیڈ میں رکھ کر چاروں پیدل چل کر کالج لین کی طرف چلے، یہاں پہنچتے ہی سلام الدین، اُس کی بیوی اور بیٹی کے ساتھ داماد پر گویا سکتہ طاری ہوگیا، سبھی ایک دوسرے کی طرف ششدر ہوکر دیکھتے ہی رہ گئے۔ سلام الدین کی کوٹھی کے ساتھ پاس پڑوس کی سبھی کوٹھیاں زمین بوس ہوکر ملبے کے ڈھیر میں کھنڈرات کا منظر پیش کر رہی ہیں۔ میر سلام الدین اور اُن کی فیملی کو اپنی شاندار کوٹھی کے اندر دلدل اور کیچڑ میں جانا پڑا۔ اندر آکر دیکھا کوٹھی کی صرف دیواریں کھڑی ہیں۔ باقی کچھ بھی نہیں ہے۔ نیچے سے اوپر تک کوٹھی میں کچھ بھی نہیں بچا ہے۔ یہ سیلاب زبان حال

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

سے بتا رہا ہے سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں۔"

افسانہ "بھوک" قاری کے دل و دماغ پر گہرا تاثر چھوڑتا ہے۔اس افسانے کا پلاٹ قاری کو شروع سے آخر تک اپنی گرفت میں رکھتا ہے۔اس میں ایک ایسے کنبے کی مایوس کردینے والی کہانی بیان کی گئی ہے جو بشارت احمد، اُس کی بیوی نازیہ اور اُن کی دو معصوم بچیوں سے تعلق رکھتی ہے۔ بشارت احمد نامور جنگلات کے ٹھیکے دار منور احمد شاہ کا ڈرائیور ہوتا ہے۔ وہ منور احمد شاہ کی بیٹی کو اغوا کر لیتا ہے جو واقعہ دونوں خاندانوں کے لئے رسوائی کا باعث بنتا ہے۔ کچھ عرصے تک گھر سے فرار رہنے کے بعد منور احمد شاہ اپنی بیٹی کو بھلانے میں کامیاب ہوجاتے ہیں اور اُدھر بشارت احمد کے بھائی اور اس کی بہنیں اس سے قطع تعلق کر لیتے ہیں۔ بشارت احمد بینک سے قرض لے کر ایک گاڑی خرید لیتا ہے تا کہ وہ اُسے چلا کر اپنے بیوی بچوں کا پیٹ پال سکے۔ لیکن کچھ وقت کے بعد سرینگر کے بڈشاہ چوک پر ایک بم بلاسٹ ہوجانے کے باعث دس افراد شدید طور پر زخمی ہوجاتے ہیں جن میں بشارت احمد بھی ہوتا ہے۔ سرکار کی طرف سے بشارت احمد کو ریلیف کے طور ایک لاکھ روپے کا چیک ملتا ہے جسے وہ بینک میں قرض کی ادائیگی کے طور پر جمع کروا دیتا ہے۔ ایک ٹانگ سے ناکارہ ہونے کی وجہ سے بشارت احمد کی زندگی اور اس کے افراد خانہ انتہائی مایوسی اور بھوک والی زندگی گزارنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ ایک روز بشارت احمد کا دوست خالد اندرابی اچانک اُس کے گھر پر آتا ہے جو حال ہی میں امریکہ سے کشمیر آیا ہے۔ وہ بشارت اُس کی بیوی نازیہ اور اُن کی دو بچیوں کی حالت دیکھ کر مایوس ہوجاتا ہے۔ بشارت احمد کی نظر میں خالد اندرابی کا چال چلن اچھا نہیں ہے۔ وہ بشارت احمد کی بیوی نازیہ کو اپنے گھر پر آنے کی دعوت دیتا ہے۔ بشارت احمد چلنے پھرنے سے معذور ہے اس لئے وہ اپنی بیوی کے ہمراہ خالد اندرابی کے گھر پر نہیں جاسکتا ہے۔ دونوں میاں بیوی بہت دیر تک اس بات پر سوچتے رہتے ہیں کہ کیا کیا جائے۔ ایک طرف بھوک سے بلکتی بچیاں اور دوسری طرف خالد کے گھر پر جا کر نازیہ کی عزت و عصمت کے لُٹ جانے کا خوف۔ بہر حال بھوک اُن کے دل و دماغ پہ غالب آجاتی ہے۔ نازیہ خالد اندرابی کے گھر پر چلی جاتی ہے۔ اُسے وہاں پہنچ کر یہی تشویش رہتی ہے کہ خالد اندرابی امداد کے نام پر اُس کی عزت و عصمت کا سودا کرے گا نازیہ

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

خالد کے کنبے پر اُس کے کمرے میں جاتی ہے تو وہ اُسے اپنی والدہ کی وصیت کے مطابق ایک صندوق کھولنے کو کہتا ہے جس میں اُس کی والدہ کے کپڑے شال، روپے اور دیگر چیزیں ہوتی ہیں وہ یہ سب نازیہ کے حوالے کرتا ہے۔ نازیہ یہ سب کچھ دیکھ کے حیران رہ جاتی ہے۔ اُسے اپنے گھر کی طرف جاتے ہوئے یہ محسوس ہوتا ہے کہ خالد اندرابی فرشتہ صفت آدمی ہے۔ شبنم قیوم نے اس افسانے میں دلچسپی اور تجسس کے ساتھ ایک سبق آموز کہانی بیان کی ہے۔ مذکورہ افسانے سے ماخوذ یہ اقتباس ملاحظہ کیجئے:

''پورا صندوق قیمتی شالوں اور پارچہ جات سے بھرا تھا۔ خالد نے نازیہ کو ایک شال لے کر اُسے فرش پر کھلا چھوڑنے کو کہا اور پھر صندوق میں جو کچھ بھی تھا اُس کو نکال کر اس شال پر رکھنے کی ہدایت دی۔ شال اور پارچہ جات کے ساتھ اُس میں سونے چاندی کے زیورات اور نقدی کے ساتھ ریزگاری بھی تھی۔ سرسری اندازے کے مطابق سارا مال وجائداد تین لاکھ سے بھی زائد مالیت کا ہے۔ اس سارے مال کو ایک شال میں باندھا گیا۔ اس پوٹلی کو اٹھا کر نازیہ کو ڈرائینگ روم میں لایا گیا، یہاں چائے کا سارا سامان ایک بکس میں پیک کر کے دونوں کوٹھی سے باہر آگئے۔ خالد اندرابی نے کوٹھی کا گیٹ تالے سے بند کیا اور پھر نازیہ کو اپنے ساتھ مین روڈ پر لایا۔ یہاں ایک ٹیکسی رکوا کر نازیہ کو پوٹلی اور بکس کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بٹھایا گیا۔ خالد خود ڈرائیور کے پاس فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ بشارت کی رہائش گاہ پر پہنچ کرنا زیہ کو ٹیکسی سے اتارا گیا اور خالد اندرابی خود اُسی ٹیکسی میں واپس کوٹھی کی طرف روانہ ہوا۔

نازیہ اپنی رہائش گا پر آکر بڑی جذباتی ہوگئی۔۔۔۔ وہ چلائی ''میرے بشارت۔۔۔ اُس نے مجھے چھوا تک نہیں۔ وہ انسان نہیں فرشتہ ہے۔ اب ہمیں کبھی بھوک نہیں لگے گی''

شبنم قیوم کے افسانوی عنوانات تجسس آمیز اور چونکا دینے والے ہوتے ہیں۔ زیرِ نظر افسانوی مجموعے میں جتنے بھی افسانے شامل کیے گئے ہیں اُن کے بیشتر عنوانات قاری کو اس لئے افسانہ پڑھنے پر مجبور کرتے ہیں کیونکہ ان میں تجسس اور حیرت شامل رہتی ہے۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''محبت کا ٹرانسفر آڈر'' بظاہر ایک رومانوی افسانہ ہے۔ موضوع عشق اور عاشقی پر معمور ہے۔ پوری کہانی دو کرداروں کے گرد گھومتی ہے۔ رشید احمد جو ایک ادارے میں موسیقی کے استاد ہیں۔ محبوبہ اس ادارے میں ملازم ہے۔ دونوں پیار و محبت کے بندھن میں بندھ جاتے ہیں۔ یہاں پر تو یہ ایک عام کہانی ہے جس میں عشق اور عاشقی اور پیار و محبت کا کینوس عیاں ہے۔ البتہ اس کا پلاٹ ایک الگ ڈھنگ سے ترتیب دیا گیا ہے۔ کہانی کے مطابق ڈائیلاگ مناسب اور چست ہیں۔

ہاں! عام پیار و محبت کی کہانیوں کی طرح اس میں بھی ایک موڑ آیا ہے۔ جس کو رخنہ کہا جاسکتا ہے دوسرے معنوں میں تجسس پیدا کیا جاتا ہے۔ دونوں کی محبت پروان نہیں چڑھتی' محبوبہ کی شادی کہیں اور ہو جاتی ہے اور وہ ایک بچے کی ماں بن کر اپنے محبوب سے ملنے آتی ہے۔ ایک درخواست لے کر،

''رشید: تمہاری نظر میں' میں بے وفا ہوں۔ میں تمہیں کیسے بتاؤں مجھے تمہارے راستے سے میری چھوٹی بہن نے ہٹایا،''

''کیوں اُس نے ایسا کیوں کیا......؟

''اس لئے کہ وہ تم سے پیار کرتی ہے۔ البتہ اس بارے میں وہ کمزور ثابت ہوئی ہے۔ وہ تم سے میری طرح براہِ راست محبت کا اظہار نہ کر سکی' اس نے یہ کام میرے سپرد کیا، میں اپنی چھوٹی بہن کی چاہت پر اپنی محبت قربان کرنے کے لئے مجبور ہوئی، میں اس وقت تمہارے پاس اپنی چھوٹی بہن کی محبت کا ٹرانسفر آڈر لے کر آئی ہوں۔ اس کو آپ سائن کریں...... پیار و محبت کے موضوع پر شبنم قیوم کی یہ کہانی بڑی دلچسپ ہے۔

''سفید چادر سرخ داغ! اس کہانی میں بھی دو مین کریکٹر ہیں' یعنی ایک ہیرو اور دوسری ہیروئن۔ ہیرو کا نام کہیں نہیں۔ ہیروئن پروین شاہ کے نام سے جانی گئی۔

اس کہانی کا ہیرو' جو محکمہ ہارٹیکلچر کے ڈپٹی ڈائریکٹر کے عہدے سے تبدیل ہو کر سوشل ویلفیر میں تعینات ہوتا ہے یہاں اسے پرسنل اسسٹنٹ سے نہ صرف ملاقات ہوتی ہے بلکہ وہ پہلی نظر میں اسے دل دے بیٹھتا ہے۔ اس محکمہ کے چپراسی سے جب ڈپٹی ڈائریکٹر کو پتہ چلتا

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ہے۔ پروین شاہ غیر شادی شدہ ہے تو اسے اپنی شریک حیات بنانے کا فیصلہ لیا جاتا ہے۔

اس افسانے کی پوری کہانی ہمیں اس کے مین کریکٹر یعنی ڈپٹی ڈائریکٹر کی زبانی سننی پڑتی ہے۔ وہ ایک روز پروین شاہ کو بلا لیتا ہے اور اس سے دریافت کرتا ہے۔

''آپ کی شادی ......کیا کہیں انگیجمنٹ ہوئی ہے۔ بُرا نہیں ماننا میں نے اس لئے پوچھا کیونکہ میں آپ کو............

''اس نے میری بات کاٹ دی اور بولی'' بہتر ہے کہ آپ میرے ساتھ ایسی باتیں نہ کریں۔ میں ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتی ہوں' جہاں لڑکیاں اپنی مرضی سے شادی بیاہ کر سکتی ہیں نہ ہی شادی بیاہ کے بارے میں والدین کے سامنے منہ کھول سکتی ہیں۔ اس قسم کے معاملات ہمارے والدین طے کر سکتے ہیں۔ ہم شرم وحیا اور پردہ جزو ایمان مانتی ہیں۔ ہمارا شاہ خاندان دین دار خاندان ہے۔

پروین شاہ نے اپنے گفتار اور عمل سے ثابت کر دیا۔ وہ پروین کے ساتھ پاکیزہ ہے۔ البتہ شادی کے بعد سہاگ رات پر اس کا سارا بھرم ٹوٹ جاتا ہے۔

دولہا کو اس رات کو جو دیکھنا پڑا، اس پر اسے ایک زبردست جھٹکا لگا۔

کہانی یہاں سے شروع ہوتی ہے۔ البتہ کلائمکس تک آ کر یہ تجسس کو برقرار رکھتی ہے۔

افسانہ'' جانور............! یہ اس مجموعہ کا چوتھا افسانہ ہے اور اس کا آغاز یوں ہوتا ہے۔ پورے علاقے میں یہ خبر جنگل کے آگ کی طرح پھیل گئی۔ ہر سننے والے کو اس خبر نے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ کوئی کوئی ششدر ہوا، کوئی کوئی دم بخود ہوا۔ ہر جانب افسوس کا اظہار ہوا' قریب قریب ہر جانب سے دکھ درد آشکارا ہوا' حالات اور واقعات کو کلجگ کے ساتھ تعبیر کیا گیا............ ایک غیر شادی شدہ لڑکی سے پوچھا گیا۔ تمہاری گود میں جو یہ بچہ ہے کس کا ہے؟

یہ ایک ایسا سوال ہے جس کے گرد پوری کہانی گھومتی ہے۔

شبنم قیوم کا کہنا ہے اس افسانے کا موضوع ایک اخباری خبر سے لیا گیا ہے۔ جس کا عنوان تھا۔ باپ کے ساتھ بیٹی کے ناجائز تعلقات کا ثمر......

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

یہ افسانہ بذاتِ خود ایک المیہ ہے۔ البتہ اس کے ساتھ ایک حقیقت بھی، کیونکہ ہماری نظروں میں اور ہمارے مشاہدے میں ایسے عبرت ناک افسوس ناک اور المناک واقعات گزرے ہیں۔ شبنم قیوم نے اس حقیقت کو افسانے کا روپ دے کر' انسانیت کو واقعی جھنجھوڑا ہے۔ کلجگ کی نشاندہی کی ہے۔

''میری بیوی کا پتی!'' یہ اس مجموعہ کا چوتھا افسانہ کی لوکیشن اور اس کے کردار ہمارے سامنے اس لحاظ سے اُن کا ایک افسانہ ''میری بیوی کا پتی'' تحیر و تجسس کا حامل ہے۔ اس افسانے کا تانا بانا اگرچہ کشمیر کے مشہور ادیب اور فکشن نگار جناب وحشی سعید کی ذات اور ان کے ہوٹل شہنشاہ کے حوالے سے تیار کیا گیا ہے لیکن اس افسانے کا مجموعی تاثر قاری کو اس لئے چونکاتا ہے کہ ہمارے ماحول و معاشرے میں شادی سے پہلے تقریباً ہر لڑکے کی کوئی نہ کوئی گرل فرینڈ رہی ہوتی ہے۔ یہ روایت اگرچہ بہت پرانی ہے لیکن مغربی تہذیب اور انٹرنیٹ نے اس روایت میں بے حیائی اور بداخلاقی کے کلچر کو فروغ دینا شروع کردیا ہے۔ اس افسانے میں طاہر شاہ اور نسرین شادی سے قبل عاشق و معشوق رہ چکے ہوتے ہیں لیکن نسرین کی شادی الطاف راہی سے ہوجاتی ہے جو ایک بہت بڑا ادیب ہونے کے علاوہ ایک صاحب ثروت شخص ہوتا ہے۔ ایک ہوٹل میں طاہر شاہ کی ملاقات نسرین سے ہوجاتی ہے تو ماضی ان دونوں کو اپنا وہ زمانہ یاد دلاتا ہے جب وہ ایک دوسرے سے بے پناہ پیار کرتے تھے لیکن جب الطاف راہی کو یہ پتا چلتا ہے کہ میری بیوی نسرین کے شادی سے قبل طاہر شاہ سے عاشقانہ تعلقات رہے ہیں تو وہ ایک افسانہ نگار کی حیثیت سے ایک کہانی لکھنے لگتا ہے جس کا عنوان وہ ''میری بیوی کا پتی'' رکھتا ہے۔ یہ افسانہ اپنے کہانی پن اور فنی لوازمات کے ساتھ اختتام کو پہنچتا ہے اور قاری کے دل پر گہرا تاثر چھوڑتا ہے۔

افسانہ ''مماثلت: اس افسانے کا موضوع بظاہر رومانوی ہے البتہ اس کا ٹریٹمنٹ مختلف ہے اس کی کہانی دولہا اور دلہن کے درمیان سہاگ رات کو شروع ہوکر یہیں پر ختم ہوجاتی ہے۔ اس کہانی میں، چور کی داڑھی مین تنکا'' کی مثال حاوی ہوجاتی ہے۔ اس افسانے کے دو اہم کردار یعنی دولہا اور دلہن شادی بیاہ سے پہلے' عشق اور عاشقی پیار اور محبت کے دور سے گذر تو

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

جاتے ہیں البتہ دونوں کو دوست کے ساتھ دوستی کی لاج رکھنا پڑتی ہے۔اس افسانے کے دولہا میاں کو دوست کی بہن ملاپ کی آفر دیتی ہے لیکن اس آفر سے دوستی پر آنچ آئے۔ایک بڑی رکاوٹ سامنے آتی ہے۔دلہن جب شادی سے پہلے اپنے بھائی کے دوست کو ملاپ کا نویتا دیتی ہے تو وہ بھی ان کے بھائی کے ساتھ دوستی کا لحاظ رکھ کر اس دوستی پر ملاپ کی آفر در کنار کرتا ہے۔

دولہا میاں کو جملہ عروسی پر جانے سے پہلے جب اپنے دوست کی بہن یاد آتی ہے اور اُسے بزدلی کے طعنے کچو کے دینے لگتے ہیں تو وہ دلہن سے مل کر جاننا چاہتا ہے۔کیا شادی سے پہلے کسی نے تم کو یا تم نے کسی کو چاہا تھا۔کیا تم کو اس نے چھوا ہے۔

''اگر اس نے مجھے چھوا ہوتا' جس کو میں نے اپنا بنانا چاہا' تو آج میں یہاں تمہارے پاس نہیں بلکہ اس کے پاس اس کی دلہن ہوتی ....وہ بزدل ثابت ہوا' میرے بھائی کے ساتھ دوستی کی لاج رکھ کر وہ مجھے نظر انداز کر گیا۔

دونوں طرف کی یہ مماثلت اس افسانے کا موضوع ہے۔اس کا کینواس اگر چہ محدود ہے البتہ افسانہ شروع سے لے کر اختتام تک قاری کو گرفت میں لے لیتا ہے۔ڈائیلاگ مناسب اور موزوں ہیں۔منظر نگاری بھی خوب ہے۔

افسانہ''خاک اور خمیر......!''اس افسانے میں میاں بیوی دو اہم کردار ہیں۔ دونوں غیر مسلم ہیں البتہ امیر گھرانے سے تعلق رکھتے اور آزاد خیال ہیں۔اپنی من مرضی کی زندگی خوش اسلوبی سے گزارتے ہیں ان کا ایک معصوم بچہ ہے جو گھٹنوں کے بل چلتا ہے۔

جسپال ایک اعلیٰ عہدے پر تعینات ہے اس کی بیوی کلپنا' گھریلو خاتون ہے۔البتہ فیشن کے ساتھ فلموں کی دلدار ہے۔فلمیں،فلم ایکٹر اور ایکٹریس اس کی بڑی کمزوری ہے۔وہ فلمی ہیروئن بننے کی چاہت میں رات اور دن اسی کے خواب دیکھتی ہے۔

چناں چہ ایک رات کو فلمی دنیا کا خواب دیکھ کر وہ خود کو مجرم مان کر بیدار ہو جاتی ہے اور خود کو سزا وار مان کر دیوار کے ساتھ سر پٹختی ہے،جسپال بیدار ہو کر کلپنا کو سزا دینے کی کارروائی میں دیکھ کر اس کو سنبھالتا ہے اور معاملہ کی جانکاری حاصل کر لیتا ہے......کلپنا!اپنے پتی جسپال کے سامنے گریہ زاری سے معافی مانگتی ہے اور اس بات کی خود تصدیق کرتی ہے میں نے تم کو اور اپنے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

معصوم بچے کو چھوڑ کر ایکٹریس بننے کے لئے جو کارروائی کی اس کی تم مجھے سزا دو۔

وہ خواب میں ہی سہی اپنے پتی اور معصوم بچے کو چھوڑ کر بمبئی جا کر وہاں فلمی ہیروئن بن کر جو پتی کے ساتھ بچے کو ماننے اور پہچاننے سے بن کر ہوئی، اس کے لئے وہ سزائے سخت کی مستحق ہے۔ وہ اپنے پتی سے سزا سزا مانگتی ہے وہ خود کوستی ہے۔ پر عملی طور پر وہی کچھ کرتی ہے یعنی پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔

اس افسانے کا کلپنا ایک ایسا کریکٹر ہے جو خواب میں اپنے فیصلے پر خود کو کوستی ہے خود کو مارتی اور پیٹتی ہے اور اس کارروائی کو دغا بازی سے تعبیر کرتی ہے۔ البتہ عملی طور پر وہ وہی کچھ کرتی ہے۔ وہ بمبئی بھاگ جاتی ہے اور جب وہاں پر جسپال اپنے بچے کو لے اس سے ملتا ہے وہ دونوں کو ماننے اور پہچاننے سے انکار کرتی ہے۔

کہانی کا یہ کلائمکس انتہائی دلخراش ہے۔ ذہن پر دیر پیا اس کا اثر رہتا ہے یہ کہانی کی کامیابی کی سند مانی جاتی ہے۔

آ بیل مجھے مار............! اور ''زندہ لاش !'' ان دونوں افسانوں کا موضوع الگ الگ ہے۔ البتہ ان کے پلاٹ میں مماثلت دکھائی دیتی ہے۔ آ بیل مجھے مار......! سے یہ تاثر ملتا ہے۔ پیشے سے جو دوست وکیل ہو اور پولیس آفیسر ہو ان کی دوستی پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ان دونوں پیشوں میں دوستی پر مفادات حاوی رہتے ہیں۔

زندہ لاش......! میں کسی دوسرے پر اندھا وشواس نہیں رکھنا چاہیے جو کام خود کر سکو گے' اس میں دوسروں کو شریک بنانے سے نقصان اٹھایا جائے گا۔ دونوں افسانے اپنے لوازمات میں پورا اترتے ہیں اور جو کردار ان دونوں کہانیوں میں لئے گئے وہ سبھی جیتے جاگتے ہیں۔ روز مرہ زندگی میں ہمیں ان کے ساتھ واسطہ پڑتا ہے یہ سبھی کردار اکثر حالات میں ہمارے مشاہدے میں رہتے ہیں یعنی یہ افسانے ہمارے اپنے ماحول کی پیداوار ہیں اور یہ افسانوی لوازمات پر پورے اُترتے ہیں۔

بے زبان............! جانور' حیوان' چرندے اور پرندے بظاہر بے زبان ہیں۔ البتہ وہ بے زبان نہیں ہاں! انسان کی طرح بول نہیں سکتے۔ جانور اور حیوان پالتو بھی ہوتے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ہیں۔ پالتو جانوروں میں کتا وفادار مانا جاتا۔ شبنم قیوم کے اس افسانے میں راجو نامی کتا' ایک ایسا کریکٹر ہے جو اول سے آخیر تک افسانے میں شامل ہے۔ جنسی بے رواہ روی اس افسانے کا موضوع ہے اور جنسی بد دیانتی اس کا کینواس ہے۔ ہماری روزمرہ زندگی میں' ہمارے گرد و پیش میں ہمارے ماحول میں نیز ہمارے مشاہدے میں وہ حالات، واقعات اور حادثات آتے ہیں۔ جس کو ہم جنسی بد دیانتی کہہ سکتے۔ اس افسانے میں ایک شادی شدہ عورت جو ایک بچے کی ماں بھی ہے۔ شوہر کی غیر حاضری میں جنسی بے روہ روی کا شکار ہو جاتی ہے۔ ان کے گھر کا پالتو کتا' جو بظاہر بے زبان ہے البتہ وہ مالک کے سامنے اس کی بیوی کی بد دیانتی آشکارا کرتا ہے۔ مالک کے سامنے بیوی کا جنسی سبجیوٹ پیش کرتا ہے۔

افسانہ بڑا دلچسپ ہے اور بڑا متاثر کن بھی'

آخری خواہش......! یہ افسانہ اس مجموعہ کا آخری افسانہ ہے۔ ایک سزا یافتہ قاتل کو عدالت میں پھانسی کی سزا سنائی جاتی ہے اور اس کے لئے ان کی آخری خواہش کی تکمیل شامل رکھی جاتی ہے۔ شام کے وقت جیلر قیدی کے کیبن میں جا کر اس کی آخری خواہش دریافت کرتا ہے۔ تاکہ وہ اس کی تکمیل کرا سکے۔ قیدی کی طرف سے جیلر کو بتایا گیا۔ ''میں آج رات کو اپنی بیوی سے ہم بستری کرنا چاہتا ہوں۔ یہی میری آخری خواہش ہے۔ قیدی کی اس آخری خواہش کی تکمیل کے لئے اس کی بیوی کی رضامندی کی ضرورت ہے۔ چناں چہ اس کی بیوی کے ساتھ رابطہ قائم کیا جاتا ہے۔ وہ صرف راضی ہو جاتی ہے۔ بلکہ وہ اسی وقت جیل آ کر جیلر کے سامنے پیش ہوتی ہے۔ شام کو سونے کے لئے انہیں الگ کمرہ دیا جاتا ہے۔ یہاں ان کی حرکات سکنات کے دیکھنے کے لئے کیمرہ فٹ کیا جاتا ہے اور ان کی گفتگو کو ریکارڈ بند کرنے کا بندوبست کیا جاتا ہے آدھی رات کے وقت ان کی گفتگو سے پتہ چلتا ہے۔ بیوی نے اپنے شوہر کو شلوار کے ناڑے سے گلہ گھونٹ کر اس کا قتل کیا۔

اگلی صبح سویرے قیدی کے بجائے اس کی لاش کو دکھاوے کی پھانسی دی گئی۔ جب پریس اور میڈیا میں اس کا انکشاف ہوا' تو مقررہ وقت پر قتل سے پہلے قتل ایک مسئلہ بن گیا۔ مختلف سوالات کھڑے ہوئے۔ کیا سزا یافتہ قیدی اپنی بیوی کے سامنے واجب القتل تھا؟

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کیا واجب القتل ہونے والے قیدی نے اپنی بیوی کے ہاتھوں قتل ہونے کا موقعہ دیا۔

کیا جیلر مجرم قیدی کی اس قسم کی آخری خواہش تکمیل تک پہنچانے کا روادار تھا۔

کیا قبل از وقت قتل مجرمانہ فعل ہے۔ اس الجھن کو کون سلجھائے گا۔ کس کے پاس اس کا جواب ہے۔

اس افسانے کے اختتام پر نامور مصنف اور ادیب کرشن چندر نے پہلے ہی جواب دیا ہے۔ یعنی شبنم قیوم اپنے افسانے میں قاری کے لئے ایک سوال چھوڑتا ہے۔ خود جواب دینے کے بجائے قاری سے جواب مانگتا ہے۔ افسانہ بڑا دلچسپ ہے اور اس کا ٹریٹمنٹ انوکھا اور منفی ہے۔

شبنم قیوم دراصل اردو کے ممتاز افسانہ نگار کرشن چندر کے دور کے افسانہ نگار ہیں کہ جب آج کی طرح، موبائل فون، انٹرنیٹ، اور دوسرے ذرائع ابلاغ کا فقدان تھا۔ یہ وہ دور تھا کہ جب سینکڑوں صفحات پر مشتمل ناول اور ڈرامے پڑھنے کا رواج تھا۔ تین تین گھنٹوں کی فلمیں سینما ہالوں میں دیکھی جاتی تھیں۔ زندگی اور تفریحات زندگی محدود تھیں۔ شبنم قیوم کے افسانوں کی طوالت آج کے اُس قاری کے لئے گراں گزرے گی جو گھنٹوں فیس بک، یوٹیوب، وہاٹس ایپ اور انسٹاگرام پر رہتا ہے۔ دنیا اور دنیا کے نظارے اس کے موبائل سیٹ پر اُسے نظر آتے ہیں۔ وہ طویل افسانے پڑھنے کا خواہش مند نہیں ہے لیکن کہانی یا افسانہ تب تک کہانی یا افسانہ نہیں بنتا جب تک اُس میں فنی لوازمات اور دلچسپ زبان و بیان کا خیال نہیں رکھا جاتا۔

شبنم قیوم کا افسانوی مجموعہ ''آ، اب سو جائیں'' زبان و بیان اور اسلوب کے اعتبار سے ایک اچھا مجموعہ ہے۔ ہر افسانے میں کرداروں کی بات چیت اور ماحول و منظر کی پیش کش یہ ثابت کرتی ہے کہ افسانہ نگار ایک محنتی اور ذہین شخص ہے۔ مجھے یہ بھی خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ شبنم قیوم نے جدید افسانہ نگاری کے نام پہ قارئین کو گمراہ نہیں کیا ہے۔ انہوں نے ابہامیت، علامتیت، تجریدیت اور لایعنی کہانی سے گریز کیا ہے۔ وہ سیدھی سادی لیکن با مقصد کہانی یا

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

افسانہ لکھنے میں مہارت رکھتے ہیں اور اپنے سماج میں وقوع پذیر ہیں اور اپنے سماج میں وقوع پذیر حالات و واقعات کو موضوع بنا کر کہانیاں لکھتے ہیں۔ ایک سنجیدہ ادیب ہونے کی حیثیت سے وہ ادب اور زندگی کے تقاضوں کو بہتر طور پر جانتے ہیں۔ اللہ کرے اُن کا یہ ادبی سفر تادم آخر جاری وساری رہے!

----تمام----

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

معصوم زندگی میں ارمان بہت ہیں
دردمند یہاں کوئی نہیں انسان بہت ہیں

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

سامان سو برس کا' پل کی خبر نہیں

میر سلام الدین اپنی کوٹھی کے لان میں شامیانہ لگانے والوں کو سمجھا رہا تھا لان کے بیچ میں جو فوارہ لگا ہے اس کے دائیں جانب جینٹس مہمانوں کے لئے مغل اعظم شامیانہ لگے گا، فوارہ کے بائیں جانب دوسرا شامیانہ رانی محل ہوگا، البتہ رانی محل شامیانہ کا گیٹ پرلے سائڈ پر ہوگا۔ کیونکہ مہمان لیڈیز کی اینٹرنس گیٹ کے بجائے سائڈ گیٹ سے ہوگی۔

میر سلام الدین انہیں سمجھا رہا تھا مہمانوں کے لئے پکوان بنانے والے اشپازوں کے لئے کوٹھی کے عقب میں ایک خیمہ ہوگا۔ اس خیمہ کے ساتھ پکوان کے لئے چھپر بنے گا۔ اس دوران کال بیل بج گئی، نوکر نے جا کر گیٹ کھولا، ایک ٹرک اندر آ گیا۔ اس میں جہیز میں دینے والا قیمتی فرنیچر آ گیا۔ وارڈروب، دو صوفہ سیٹ، ڈریسنگ ٹیبل سنٹر ٹیبل سیٹ، ٹی پائی اور اخروٹ کی لکڑی کا پلنگ ان لوڈ کر کے ان کو کوٹھی کے اندر لے جا کر ایک کمرے میں رکھا گیا۔ فریزر اور واشنگ مشین اور کراکری کے علاوہ فرنشنگ کا سامان پہلے ہی اس کمرے میں لا رکھا گیا ہے۔

فرنیچر لانے والے کو میر سلام الدین نے ایک چیک سائن کر کے دیا اسی دوران ان کی بیوی عائشہ اور بیٹی نذہت آ گئی جو رشتہ داروں کو دعوت نامہ دینے گئی تھیں حالانکہ دعوتی کارڈ

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

پچھلے دس روز سے مہمانوں تک پہنچائے گئے ہیں۔ بیٹا میر راشد لندن میں ڈاکٹر ہے اس نے وہیں ایک میم کے ساتھ شادی کر لی ہے اس کے دو بچے ہیں تین لڑکیوں میں سے دو زینت اور عصمت کی شادی ہو چکی ہے۔

اب تیسری بیٹی نذہت کی شادی کا اہتمام ہو رہا ہے۔ میر سلام الدین اس کو آخری شادی مان کر مثالی شادی بنا رہے ہیں۔ نذہت بیٹی کی شادی پر انہوں نے دل کھول کر دولت لٹائی ہے بیٹی کی ہر ڈیمانڈ پوری کی ہر خواہش کو پورا کیا، پانچ لاکھ کے قریب زیورات اور پوشاک لا کر دیے۔ نذہت پولٹیکل سائنس میں ایم فل کی تیاری کر رہی تھی کہ اس کے لئے شادی کی آفر آ گئی۔ شادی کے بعد ایم فل اور پھر پی ایچ ڈی کرنے کا اذن ملنے کے بعد شادی کی آفر قبول کر لی گئی اور شد و مد سے اس کی تیاری بھی شروع ہو گئی۔ سلام الدین کا قالین اور پیپر ماشی کا کاروبار ہے دو الگ الگ کارخانے ہیں اور وہ تھوک میں مال سپلائی کرتا ہے۔ ان کے کارخانوں میں بیس ملازم کام کرتے ہیں۔ گھریلو کام کے لئے ایک نیپالی ملازم رکھا ہے۔ ایک آیا پارٹ ٹائم کا کام کرتی ہے۔ ان کی گوگجی باغ میں ایک شاندار کوٹھی ہے جو چار کنال اراضی میں ایک نمونہ کی کوٹھی مانی جاتی ہے۔ کوٹھی کے ایک سائیڈ میں مختلف پھلوں کے درخت لگے ہیں۔ انگور کے بیل، انار، سیب، ناشپاتی، چری گلاس اور آڑو کے پیڑ لگے ہیں۔ کوٹھی کی دوسرے سائیڈ میں مختلف قسم کے کیکٹس اور جھاڑیاں لگائی گئی ہیں۔ کوٹھی کے سامنے ایک بڑا لان ہے۔ پورے لان میں دونوں سائیڈ سرد کے پودے قطار میں لگائے ہیں۔ کیاریوں میں قسم قسم کے پھول لگے ہیں۔ گیٹ سے لے کر کوٹھی تک فانوس والے بلب روشن ہو جاتے ہیں تو زمین پر آسمان کے تاروں کا نظارہ دیتے ہیں۔ احاطہ کی پوری دیوار پر عشق پیچان کی جھاڑی نے گویا اس دیوار کو گود میں لیا ہے۔ میر سلام الدین کو یہ سارا کچھ کاروبار اور جائیداد ورثہ میں ملا ہے۔ ان کا والد ایک پیپر ماشی کے کارخانے میں معمولی ملازم تھا ایک غریب گھرانے میں شادی کے بعد اس کی بیوی نے شوہر کو پیپر ماشی کا کام اپنے گھر پر خود کرنے کا مشورہ دیا جو انہوں نے قبول کر لیا۔ اس کی بیوی اپنے شوہر کو پیپر پانی میں بھگو کر اور انہیں کوٹ کر دیتی میر سلام الدین کا والد عزیز میر بیوی کے را میٹریل کو سانچے میں ڈال کر پیپر ماشی کے سانچوں میں تبدیل کرتا۔ اس طرح اپنے گھر

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

سے یہ کام شروع کر کے وہ کارخانہ دار بنا۔ انہوں نے کام گھر پر زیرو سے شروع کیا، البتہ عزیز میر اور پھر اس کی بیوی رحلت فرما گئی اس وقت وہ اپنے اس کاروبار میں ہیرو بنا تھا، جو سلام الدین کو ورثہ میں ملا۔

گزشتہ کئی روز سے سلام الدین کاروبار کے بجائے صرف اپنی بیٹی کی شادی کی تقریب پر سارا دھیان دے رہا تھا۔ شادی کی تقریب میں ایک ہزار مہمانوں کی آمد ہے ان کے لئے مثالی طعام کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ حسبِ معمول شام کو کارخانے سے واپس آ گیا تو وہ یادداشت پر زور دے کر مکمل کیے گئے کام اور آگے کیے جانے والے کام پہ پھر غور کرنے لگا۔ شام کا کھانا کھانے کے بعد آج وہ کچھ دیر سے لیٹنے کے لئے بیڈ پر آیا۔ کوئی کمی بیشی تو نہ رہی وہ اپنی یادداشتے پر زور دینے لگے۔ وہ خود کے ساتھ باتیں کرنے لگا۔ ان کو پتہ بھی نہ چلا۔ ان کی بیوی بیڈ پر آ کر ان کے پہلو میں آئی ہے اور پوچھ رہی ہے۔

''کیا سوچ رہے ہو؟''

میر سلام الدین بے ساختہ بولا گویا وہ منہ کھولنے کے لئے بڑا بے چین تھا۔

''میری عائشہ ہم نذہت بیٹی کی شادی کی آڑ میں اسے اپنے سے جدا تو نہیں کر رہے ہیں''

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟''

''شادی کے بعد ہم تم اکیلے رہ جائیں گے ہمیں اس کی کمی بہت ستائے گی!''

''یہ بات تو ہے پر شادی تو کرنی ہے۔''

''ہاں! شادی تو کرنی ہے، شادی کے بعد لڑکی پرائی ہو جاتی ہے یعنی وہ جدا ہو جاتی ہے۔''

''وہ تو ہے، پر اس قسم کی جدائی کا مرہم وقت کرتا ہے۔''

''عائشہ! مجھے لگتا ہے، ہم نے غلطی کی ہمیں اس کے لئے گھر داماد لانا تھا کم از کم نذہت ہماری نظروں میں رہتی، اس کے بغیر ہم اکیلیے اور کھوکھلے ہو جائیں گے۔'' ہمارا بیٹا اور بہو ولایت میں رہتے ہیں۔ ہماری تینوں بیٹیاں ایک ایک کر کے اپنا گھر بسا رہی ہیں۔ ہم

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

دونوں تو اکیلے رہ گئے۔
کیسے جئیں گے۔

''لڑکیاں تو پرایا دھن ہوتی ہیں البتہ بیٹا لندن جا کر بس گیا ہے۔ یہ اس نے اچھا نہیں کیا میرا خیال ہے اب اسے واپس آنا ہی پڑے گا''

''مجھے نہیں لگتا اس کی بیوی یہاں شفٹ ہونا مانے گی، خیر دیکھا جائے گا، آج تم کہاں گئی تھی!''

''زینت اور عصمت کے سسرال کے جتنے بھی دور اور نزدیکی رشتے دار ہیں ان کو دعوت دینے خود ضروری جانا تھا۔ یہ کام ہم نے مکمل کر لیا، کل سے کہیں نہیں جانا ہے۔ اب گھر کی ساری تیاریاں مکمل کرنی ہیں، شادی کو صرف چند روز باقی رہ گئے۔''

''میں بھی کل کارخانہ پر نہیں جاؤں گا، وازوان کے لئے چھپر بنوانا ہے کل ہی بالن کا ایک اور ٹرک آ رہا ہے۔ آشپاز نے دس کوئنٹل گوشت کے لئے بالن کی کمی کا اشارہ دیا ہے۔

''سوچ سمجھ کر سارا کام کرنا، تا کہ اس شادی میں کسی قسم کی کمی نہ رہ جائے!''

''تم بے فکر رہو، اور۔۔۔۔ آؤ میرے قریب اب سو جائیں۔''

''اس فکر میں بھی تمہارے یہ سونے سلانے کی عادت نہیں گئی۔''

تم ہی نے تو عادت ڈالی ہے۔ میں عادت سے مجبور...... پر تم اٹھ کھڑی کیوں ہوئی۔

''دیکھتے نہیں تیز ہوا آ رہی ہے، کھڑکیاں بند کر لوں گی!''

عایشہ اٹھ کر اپنے بیڈروم کی کھڑکیاں بند کرنے لگی، اس نے ملازم کو نچلے منزل کی کھڑکیاں بند کرتے دیکھا، تو نزہت بیٹی کو آواز دے کر بتایا اپنے کمرے کی کھڑکیاں بند کر لو، ہوا سے یہ ٹکرا رہی ہیں، شیشے ٹوٹیں گے۔

عایشہ پلنگ پر آئی اس نے شوہر کو سلانے کے لئے گود میں لیا ہی تھا کہ بجلی چمکی اور پھر رعد گڑگڑایا، بجلیاں چمکنے اور رعد گڑگڑانے کے ساتھ ہی بارش شروع ہوگئی جس نے دیکھتے ہی دیکھتے موسلا دھار بارش کا رخ اختیار کر لیا۔ صبح تک یہ بارش جل تھل بن گئی۔

حسب معمول سلام الدین عایشہ اور ان کی بیٹی صبح کی نمکین چائے نوش کر رہے ہیں

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

البتہ تینوں فکر مند ہیں، بارش بدستور برس رہی ہے۔شادی کے اگر چہ ابھی تین روز باقی ہیں لیکن اگر بارش نے رکنے کا نام نہ لیا تو شادی کی تقریب چوپٹ ہوجائے گی۔ ساری رونق ماندھ پڑجائے گی ، ایک طرح سے سارا پروگرام تتر بتر ہوجائے گا۔ اسی تشویش میں گھر کے سبھی افراد مبتلا تھے اس تشویش کے باوجود سلام الدین نے بتایا آج دن کو اگر بارش رک گئی تو اگلے روز دھوپ نکل آئے گی ، دھوپ نکل آنے کے بعد دو روز تک سارا لان خشک ہوجائے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ شامیانوں میں مہمانوں کو بٹھانے کے بجائے اپنی کوٹھی کا ہال اور اوپر کی منزل کے سبھی کمروں کے ساتھ پڑوسی رشید خان کی کوٹھی کو استعمال میں لانا پڑے گا۔ میں ابھی جا کر رشید خان سے بات کرتا ہوں۔ ویسے مجھے پوری امید ہے اس کی ضرورت نہیں پڑے گی ، آج بارش رک جائے گی! انذ.ہت اُٹھ کر جانے لگی تو ماں نے بیٹی کے چہرے پر مایوسی پریشانی اور غم دیکھ کر اسے قرآن شریف کی تلاوت کرنے اور باری تعالیٰ سے بارش رکوانے کی دعا مانگنے کی ہدایت دی اور خود وہ باہر جا کر بارش کا پانی جمع ہونے کا جائزہ لینے لگی۔ شام ہونے کے قریب بارش تھم گئی البتہ رات کو بارش نے پھر اپنی آمد کا اعلان کر دیا۔ صبح تک اس بارش نے طوفانی صورت اختیار کرلی ، شام تک پورے علاقے میں پانی بھر گیا۔ سڑکیں، گلی ، کوچے ، پارکیں اور صحن پانی سے بھر گئے ، بارش بدستور برس رہی ہے۔

میر سلام الدین مشاہدہ کرنے کے لئے باہر گیٹ تک آ گیا ، پانی گیٹ سے اندر بڑی تیزی سے آرہا ہے پارک میں پھولوں کی کیاریاں پانی میں ڈوب گئی ہیں البتہ پھولوں سے لدے پودے ایستادہ ہیں پارک کا مشاہدہ کر کے سلام الدین واپس آ گیا تو بیوی اور بیٹی نے ان کے پاس آ کر خاموش زبان میں ان سے کئی سوالات کیے۔ لگا تار بارش اور پانی کا لیول بڑھتے دیکھ کر سلام الدین خود تذبذب میں تھا۔ البتہ بارش سیلاب کی صورت اختیار نہیں کرے گی میر سلام الدین نے یہ خیال ذہن میں نہ لایا۔ آج کی رات سلام الدین اور اس کی بیوی عایشہ پلنگ پر لیٹے صرف آہیں بھر کر کروٹیں بدل رہے ہیں کہ اسی دوران علاقے میں شور سا بپا ہوا۔ دونوں میاں بیوی اٹھ کر کھڑکیوں سے دیکھنے لگے ہی تھے کہ مسجد کے لاؤڈ سپیکر سے اعلان ہو رہا ہے۔ سیلاب کا ریلا آرہا ہے، بستی کے لوگ پہلی منزل کا گھریلو سامان دوسری منزل پر پہنچا دیں

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اور حفاظتی اقدامات اٹھائیں۔ اس اعلان کو سن کر وہ بیوی سے مخاطب ہوا ہمارے علاقہ کا ایک منزل تک ڈوبنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ جب اس بستی کی کوٹھیوں کی پہلی منزل تک پانی آئے گا تو ساری سٹی ڈوب جانے کا یہ عندیہ ہوگا۔ ایسا کبھی دیکھنے میں نہ آیا اور نہ ہی آئے گا۔ جو پورے شہر کو ڈبودے یہ محض افواہ ہے۔

''تو کیا ہم نچلی منزل کا سامان اوپر نہیں لے جائیں گے؟'' عائشہ نے پوچھا:

''میرے خیال میں اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔''

اسی دوران دروازہ پر دستک ہوئی، عائشہ نے دروازہ کھولا تو نذہت اور ان کا نوکر اندر آیا یہ دونوں نچلی منزل کا سامان اوپر شفٹ کرانے کا اذن لینے آئے ہیں۔ سلام الدین گھر کے افراد اور ملازم کی تشویش کو دیکھ کر خود تذبذب میں پڑ گیا۔ کیونکہ کوٹھی کے کچن کے علاوہ نچلی منزل کے گودام اور دوسرے ملحقہ کمروں میں شادی بیاہ اور وازہ وان کا سامان، چاول کی بوریاں، باسمتی، گھی کے کنستر، تیل مصالحہ جات اور دوسرا ضروری سامان ذخیرہ کر کے رکھا گیا ہے۔ اس کے ساتھ گھر کا اثاثہ، کوٹھی کے نچلے طبقے کی فرنشنگ، فریج فریزر، واشنگ مشین اور کچن ویر برتن وغیرہ سارا کچھ پہلی منزل میں ہی ہے۔ اس کو اوپر لے جا کر بچایا جا سکتا ہے اب اس سامان کی منتقلی کا اذن سلام الدین سے لیا جا رہا ہے تو انہوں نے صبح تک اس مشکل کام کا حل ملتوی رکھا۔

صبح تک جب سیلاب کا پانی راہداری تک آ کر رُک گیا تو سلام الدین نے سامان کی منتقلی کا معاملہ ذہن سے نکال دیا۔ انہوں نے بیوی اور بیٹی کو بتا دیا۔ اس سے زیادہ پانی کی لیول نہیں بڑھے گی۔ کیونکہ فلڈ چینل کی طرف جہلم کا پانی موڑ دیا گیا ہے میں نے فون پر معلوم کر لیا۔ سلام الدین اور اس کی فیملی شادی کی تقریب کو بھول کر اب صرف سیلاب سے نجات پانے کی فکر میں مبتلا ہیں، بارش اب رک رک کر تھوڑی تھوڑی برس رہی ہے۔ پانی کا لیول جوں کی توں ہے۔ رات کے ۱۱ بجے اچانک بستی میں شور بپا ہوا، ایک دم بھگدڑ مچ گئی، آوازیں چیخیں بچاؤ، سلام الدین اور اس کی بیوی جاگ کر پلنگ سے اتر آئے کھڑکی سے دیکھا تو پورے علاقے میں شور و غوغا، بچاؤ کی پکاریں، چیخنے چلانے کی آوازیں، نیچے کی طرف دیکھا تو سیلاب کے ریلے نے آن کی آن میں کوٹھی کی پہلی منزل کو ڈبو دیا ہے۔ جہلم دریا کا باندھ ٹوٹ چکا ہے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

میر سلام الدین نے دیکھا حد نظر تک سارا علاقہ پانی میں ڈوبا ہے اور پانی کا تیز بہاؤ خطرناک موڑ لے کر دیواروں اور مکانوں کے ساتھ ٹکرا رہا ہے۔ پوری بستی سکتہ میں آگئی ہے پانی کی لیول بڑھ رہی ہے بستی کے لوگ کیا کریں کدھر جائیں اور کیسے جائیں، پانی کے اس بہاؤ نے کسی کو سنبھلنے کا بھی موقعہ نہ دیا۔ بستی کے لوگ جان بچانے اوپر والی منزلوں میں جا کر دبک سے گئے۔

سلام الدین اپنی سوچ کو لے کر اپنے فیصلے پر مات کھا گیا، وہ حواس باختہ ہونے کے ساتھ بیوی اور بیٹی کے سامنے شرمندہ بھی تھا، کیونکہ انہوں نے کوٹھی کی پہلی منزل کچن اور گودام کا سامان اور خوردنی اشیاء اوپر منتقل کرانے کا اذن نہیں دیا تھا پوری رات بستی کے لوگ اوپر کی منزلوں میں جا کر اپنی اپنی جانیں بچانے کی فکر میں ایک دوسرے سے مدد مانگ رہے ہیں۔ اتنے گہرے پانی میں کون کس کو بچائے، اور کیسے بچائے یہ ایک اہم مسئلہ بن گیا۔

بارش برابر برس رہی ہے، پانی کی لیول برابر بڑھ رہی ہے صبح سویرے تک پانی پوری بستی میں دوسری منزل میں داخل ہو گیا ایک بار اور شور وغوغا بپا ہو گیا۔ دو منزلہ مکان والوں کے تو جان کے لالے پڑ گئے۔ شور چیخیں، الامان......دن کے ایک بجے کے قریب علاقے کے نوجوانوں نے عارضی اور مصنوعی کشتیاں اور بوٹ بنا کر عورتوں، بچوں اور ضعیف بوڑھوں کے ساتھ بیماروں کو گھروں سے نکال کر محفوظ مقامات کی طرف لے جانے کا کام ہاتھوں میں لے لیا۔ عائشہ کے ساتھ نذہت کو بھی نکالا گیا۔ سلام الدین اپنے نوکر کے ساتھ گھر پر ہی رہا۔ انہوں نے تیسری منزل پر جا کر قیام کیا، بجلی بند ہو جانے کے ساتھ موبائل فون کی سروس بھی بند ہو گئی، رابطہ ٹوٹ گیا، اب صرف اوپر والی کھڑکی سے سیلاب کی صورت حال دیکھنے کا کام رہ گیا۔

چار روز تک مسلسل بھوکا پیاسا رہنے کے بعد میر سلام الدین نے گھر چھوڑ کر یہاں سے نکلنے کا فیصلہ کر لیا۔ انہوں نے کھڑکی سے کپڑا ہلا ہلا کر اپنے بچاؤ کے اشارے دیے چنانچہ انہیں ان کے ملازم کے ساتھ (سینٹکس) میں بٹھا کر گھر سے نکالا گیا انہیں کہاں لے جا کر چھوڑا گیا، اس کا انہیں کوئی پتہ نہ چل سکا، البتہ گھٹنوں تک پانی میں ایک ڈیڑھ کلو میٹر چل کر وہ بائی پاس پر آگئے۔ یہاں سیلاب کے متاثرین کی بھیڑ لگی ہے مرد عورتیں، بوڑھے، بچے، امیر، غریب، مفلس خاکروب، صفائی کرمچاری، جھاڑو فروش، ردی جمع کرنے والے خانہ بدوش سب

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

جمع ہیں، ریلیف میں ملنے والے کھانے پر اسی طرح جھپٹ رہے ہیں جس طرح مردہ جانور پر گدھ!

میر سلام الدین کو بھوک کی شدت نے ریلیف کی بھیک لینے پر مجبور کیا، جم غفیر میں جا کر وہ اپنے گھریلو ملازم نیپالی بہادر سے بچھڑ گیا۔ ڈبل روٹی کے چند ٹوسٹ جو ٹوٹے پھوٹے اس کے ہاتھ لگ گئے، اور پھر ایک پانی کی بوتل حاصل کرنے کے لئے اسے جو جوکھم اٹھانا پڑا وہ اس کی زندگی کا پہلا اہم تجربہ تھا۔ پیٹ میں تھوڑا بہت جانے کے بعد وہ اس ساری بھیڑ میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک بیوی اور بیٹی کو ڈھونڈنے لگا دیر گئے تک تھکاوٹ سے چور ہونے کے بعد وہ سڑک پر ستانے بیٹھ گیا، ایک قمیض اور شلوار میں ہونے سے انہیں سردی محسوس ہوئی، جب سڑک پر بیٹھے بیٹھے تھک گئے اور کمر میں درد سا محسوس ہونے لگا تو انہوں نے پاؤں کی جوتی سرہانے رکھ کر دونوں بازوں میں سر ڈال کر خود کو سڑک پر لٹا دیا ان کی زندگی کا یہ بھی ایک اہم تجربہ تھا۔ ساری زندگی ڈنلپ پلنگ پر سونے والا ننگی سڑک پر پاؤں کی جوتی کو سرہانے بنا کر لیٹنا ان کے لئے ایک اور تجربہ تھا، آج امیروں رئیسوں، مڈل کلاس کے لوگوں، غریبوں مفلس، ناداروں خانہ بدوش ردی جمع کرنے والوں، صفائی کرمچاریوں کے ساتھ سڑک پر سر چھپا کر اکڑوں لیٹا ہے، نیند کہاں آتی، ساری رات اسی طرح گزر گئی، صبح سویرے دوبارہ بیوی اور بیٹی کی تلاش میں نکلا، اب تو ان کا ملازم بھی ان سے بچھڑ چکا تھا۔ اتنی بھیڑ میں خود کو تنہا محسوس کر رہا ہے۔ پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے وہ ریلیف کیمپ کی طرف گیا۔ یہاں لوگوں کی بھیڑ لگی ہے، دھکم پیل ہو رہی ہے۔ بھیڑ کو ہٹانے اور انہیں لائن میں کھڑا ہو کر ریلیف لینے کے لئے نوجوان رضا کار انہیں دھکے دے کر پیچھے ہٹا رہے ہیں۔ اس طرح پیٹ کی خاطر سلام الدین کو آج جو دھکے کھانے پڑے یہ بھی ان کی زندگی کا ایک اور تجربہ تھا۔ لائن میں آکر اس کے ہاتھ میں ایک ڈسپوزل پلیٹ دیا گیا، جس میں ایک بڑے چمچے سے تہاری ڈالی گئی، چاول سے بنی یہ تہاری کی پلیٹ لے کر وہ لائن سے باہر آ رہے تھے کہ ایک آدمی سے ٹکرانے سے یہ تہاری گر گئی، جو تھوڑی سی بچ گئی اس کو ہتھیلی پر لے کر منہ میں ڈالا۔

بائی پاس پر جگہ جگہ بھیڑ لگی ہے، سیلاب کی صورتحال پر تبصرے، افواہیں، سیلاب میں

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ڈوبنے، جینے مرنے کی باتیں، تباہی اور بربادی کے قصے اور اس کے ساتھ ریلیف کی اشیاء پر ٹوٹ پڑنے کے مناظر، شام تک یہی صورت حال رہی۔ بائی پاس پر جگہ جگہ ٹینٹ نصب کیئے گئے، سلام الدین کو ایک ٹینٹ میں جگہ ملنے کے ساتھ ایک کمبل بھی مل گیا۔ کھانے کو تندوری روٹیاں اور ایک بوتل پانی لے کر سلام الدین نے پانی کے ساتھ دو روٹیاں کھا کر سر سے پاؤں تک کمبل اوڑھ لیا اور وہ لیٹ گیا۔ رات بھر صرف کروٹیں بدلتا رہا، صبح سویرے اٹھ کر ٹینٹ سے باہر آیا تو دیکھا بڑی گاڑیاں پانی میں چلنے لگی ہیں، اچانک اسے چندہ پورہ ہارون اپنی بیٹی کے پاس جانے کا خیال آیا، وہ ایک ٹرک میں بیٹھ کر بڈشاہ پل آ کر ٹرک سے اُتر گیا، پل کے بغیر سارا اردگرد پاس پڑوس پانی میں ڈوبا ہے۔ اتنے میں یہاں سے فائر برگیڈ کی ایک گاڑی آئی، میر سلام الدین اس میں سوار ہو کر ڈلگیٹ تک آ گیا۔ ڈلگیٹ میں ایک ناؤ میں بیٹھ کر چشمہ شاہی کراسنگ تک آ گیا یہاں انہیں ایک پرائیویٹ گاڑی سے چندہ پوری تک لفٹ مل گئی۔ عصمت بیٹی کے گھر میں داخل ہو کر اس نے یہاں عائشہ اور نذہت کو دیکھ کر گویا معجزہ دیکھا، عائشہ نذہت، عصمت ان کے شوہر کے ساتھ عصمت کی ساس اور سسر، ایک ایک کر کے ان سے لپٹ گئے، ایک ایک کر کے انہیں گلے لگایا۔ ان کے بوسہ لیے گئے، سلام الدین کو زندہ اور سلامت دیکھ کر ان کے سمبندھی کا گھر ماتم سے نکل کر خوشیوں میں بدل گیا۔

ایک دوسرے سے جدائی کے بعد ملنے کی خوشی میں سبھی سرشار ہو گئے، میر سلام الدین نے اپنی بپتا سنائی زندگی کے نئے تجربے بتائے، دیر تک ایک دوسرے کی روداد کی جانکاری کے ساتھ سیلاب کی صورت پر تبادلہ خیال ہوتے رہے۔ ایک دوسرے کو حالات سنا کر جب بوجھ ہلکا ہوا، تو سلام الدین کو نہانے اور کپڑے بدلنے کے لئے کہا گیا، انہیں بتایا گیا لندن سے ان کا بیٹا اور بہو آ رہے تھے، سرینگر کی فلائٹ کنسل ہونے سے وہ دہلی میں رکے ہیں، زینت بیٹی کے بارے میں بتایا گیا، انہوں نے حیدر پورہ شفٹ کیا ہے، کیونکہ ان کی کرن نگر کی کوٹھی پانی میں ڈوب گئی ہے نذہت بیٹی کا سسرال جہاں وہ دولہن بن کر جا رہی تھی وہ بھی دو منزل تک پانی میں ڈوب گیا ہے، ان کا سارا اثاثہ اور گاڑی پانی کا بہاؤ اپنے ساتھ لے گئی ہے۔ غم صدمہ کی ان خبروں پر میر سلام الدین صرف آہیں بھرنے لگے۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

چند روز میں پانی آہستہ آہستہ اترنے لگا چھوٹی بڑی گاڑیاں سڑک پر چلنے لگیں، سلام الدین نے بیوی سے مشورہ کیا کہا اب جب کہ پانی اتر گیا ہے ہم گھر جا کر وہاں کی صورت حال دیکھ لیں گے، اگر پہلی منزل کے کمروں میں کچھ پانی جمع ہوگا تو مزدور لا کر نکلوا دیں گے، جو فرش خراب ہوا ہوگا وہ باہر نکلوا دیں گے جو سامان بچ گیا ہوگا اس کی صفائی کرائیں گے۔

عایشہ! بولی، ''ہم نے دلہن بیٹی کے زیورات اور پوشاکیں، اٹیچی میں بند کر کے وارڈ روب میں رکھے تھے پتہ نہیں وہاں تک پانی آیا کہ نہیں''

''وہ بھی جا کر دیکھ لیں گے'' میر سلام الدین بولا، ''میرا خیال ہے پوشاکیں اگر گیلی ہوگئی ہوں گی انکو سکھایا جا سکتا ہے، زیورات کو پانی سے کوئی نقصان نہیں ہوگا، رہا سامان خاص طور پر غذائی اجناس اور رواز وان کا سامان وہ سب خراب ہوا ہوگا، اس کو بدل دیں گے۔

''گھر دیکھنے کب جائیں گے؟ عایشہ نے پوچھا:

''میرے خیال میں ابھی تھوڑی دیر میں چلیں گے، داماد کو ساتھ لیں گے اسی کی گاڑی میں جائیں گے!''

داماد کو گاڑی نکالنے کے لئے کہا گیا تو نزہت بھی گھر جانے اور وہاں اپنا دلہن کا سامان دیکھنے کے لئے تیار ہوگئی۔ گاڑی چندہ پورہ سے روانہ ہوگئی گوگجی باغ پہنچ کر جب سڑک پر ملبے اور کوڑا کرکٹ کے ڈھیر دیکھ کر گاڑی روکنی پڑی تو گاڑی کو ایک سائڈ میں رکھ کر چاروں پیدل چل کر کالج لین کی طرف چلے، یہاں پہنچتے ہی سلام الدین اس کی بیوی اور بیٹی کے ساتھ داماد پر گویا سکتہ طاری ہوگیا، سبھی ایک دوسرے کی طرف ششدر ہو کر دیکھتے ہی رہ گئے، سلام الدین کی کوٹھی کے ساتھ پاس پڑوس کی سبھی کوٹھیاں زمین بوس ہو کر ملبے کے ڈھیر میں کھنڈرات کا منظر پیش کر رہی ہیں۔

میر سلام الدین اور ان کی فیملی کو اپنی شاندار کوٹھی کے اندر دلدل اور کیچڑ میں جانا پڑا۔ اندر آ کر دیکھا کوٹھی کی صرف دیواریں کھڑی ہیں۔ باقی کچھ بھی نہیں۔ نیچے سے اوپر تک کوٹھی میں کچھ بھی نہیں بچا ہے۔ یہ سیلاب زبان حال حال سے بتا رہا ہے۔ سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں۔

ستمبر ۲۰۱۴ء کے تباہ کن سیلاب کی یاد میں

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کب کہیں، کس سے کہیں کون یہاں آئے گا
بھوک سے نڈھال ہیں کون آ کر اسے مٹائے گا

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

بھوک!

یہ زمین پھٹتی کیوں نہیں، وہ آسمان ٹوٹ پڑتا کیوں نہیں: ہمیں موت آتی کیوں نہیں، ہمارا جینا کس کام کا، خودکشی حرام کیوں ہے؟ اب تو بس ایک ہی صورت ہے زہر لاکر کھانے کی، لیکن...... ہمارے پاس زہر لانے کے لئے بھی پیسے نہیں؛ دو معصوم بیٹیوں کے ساتھ ہم دونوں میاں بیوی مکمل بھوکے ہیں۔ ان دو دنوں میں پانی کے سوا نہ کچھ پیا اور نہ ہی کھایا، بھوک بہت ستا رہی ہے۔ معصوم بچوں کی حالت دیکھی نہیں جاتی۔

میاں بیوی ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر خاموش زبان سے شکوے کر رہے ہیں۔ دونوں کی آنکھوں میں آنسو کے قطرے ٹھہر چکے ہیں۔ انہیں گرد و پیش دھند دھندلا نظر آتا ہے۔ ان کی دونوں بیٹیاں کمرے کے ایک کونے میں لیٹی ضرور ہیں۔ البتہ خالی پیٹ کروٹیں بدل بدل کر بے قراری کا اظہار کر رہی ہیں۔ ان کی یہ بے قراری والدین کے جگر پر برچھیاں بنکر اُتر رہی ہے۔ اب وہ اللہ تعالیٰ سے موت مانگ رہے ہیں وہ چاہتے ہیں یہ زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں دفن ہو جائیں، وہ آسمان اُن پر ٹوٹ پڑے اور وہ فنا ہو جائیں۔ کیونکہ ان کے لئے جینا اب محال ہوا ہے۔

میاں بیوی کو یہ نوبت کیوں آئی ہے اس کی شروعات کہاں سے ہوئی ہے۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

بشارت احمد نامور جنگلات کے ٹھیکہ دار منور احمد شاہ کا ذاتی ڈرائیور تھا۔ مالک کی قیمتی کار چلانے کے ساتھ خالی وقت میں ان کے گھریلو کام بھی کرتا تھا۔ بازار سے سودا سلف بھی لاتا تھا۔ مالک اور مالکن کے ساتھ ان کی دونوں بیٹیاں انہیں گھر کا فرد سمجھ کر ان سے پیش آتیں۔ ایک طرح سے انہیں گھر کا فرد سمجھتی تھیں۔

منور احمد شاہ کی دو بیٹیاں زرینہ ۲۴ سال اور نازیہ ۲۲ سال دونوں یونیورسٹی میں پڑھ رہی ہیں۔ ان کا بیٹا منیر احمد شاہ حیدر آباد میں ایم فل کر رہا ہے۔

بشارت احمد کے دو چھوٹے بھائی اور ایک بہن ہے۔ ان کے باپ کی کریانہ کی دوکان ہے والدہ گھریلو خاتون ہے۔ بشارت احمد کی ماموں زاد بہن سے رشتہ جڑھا ہے۔ البتہ شادی نہیں ہوئی ہے۔

ایک روز ایسا ہوا اور یہ خبر آگ کی طرح پھیل گئی۔ منور احمد شاہ کی چھوٹی بیٹی نازیہ کو ان کے ڈرائیور بشارت احمد نے اغوا کر لیا۔ اصل میں یہ اغوا کاری نہیں بلکہ ایک دوسرے کو اپنا کر فرار کا واقعہ تھا۔ دونوں نے بھاگ کر بیرون ریاست جا کر بیاہ رچایا۔

ان کے دونوں گھرانے بدنامی کی مار جھیلنے لگے۔ منور احمد شاہ نے ایک مدت تک صدمہ میں رہنے کے بعد بیٹی نازیہ کو رشتے سے خارج کر کے اُسے بھلا دیا۔ ادھر بشارت احمد کے والد نے بہن بھائیوں کے ساتھ ماں باپ کو چھوڑنے پر اُسے اپنی وراثت سے عاق کیا۔
کوئی دو برس کے بعد بشارت احمد اپنی بیوی نازیہ اور ایک نوزائد بیٹی کو ساتھ لے کر واپس اپنے شہر آگیا۔ البتہ یہاں ایک کرایہ کا گھر لے کر بود و باش شروع کی۔

انہوں نے لون پر ایک گاڑی لی اس کو ٹیکسی بنا کر اسی پر اپنا روزگار رکھا۔

بشارت احمد کا ساتھ دے کر نازیہ نے شاہانہ زندگی کو تیاگ کر روکھی سوکھی کھانے پر قناعت کی، دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کو اپنا کر اپنی اس زندگی پر مطمئن تھے۔ ایک سال کے بعد ان کی دوسری بیٹی نے جنم لیا۔ دونوں اپنے اپنے گھرانے سے لاتعلق تھے۔ کیونکہ دونوں کے گھرانے ان کو اپنانے کے لئے تیار نہ تھے۔ ان کے سارے رشتے ناطے ٹوٹ چکے تھے۔
وقت اسی طرح گزرتا رہا۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

سرینگر کے بڈشاہ چوک میں پہلے فلائی اُرُودَر کی افتتاحی تقریب کے دوران مائن بلاسٹ ہوا۔ ایک انجینئر کی موت کے ساتھ دس لوگ شدید زخمی ہوئے۔ ان شدید زخمیوں میں ایک بشارت احمد بھی تھا۔ جس کی ایک ٹانگ گھٹنے تک اڑگئی۔ اس کا جسم چھلنی ہوا، تمام زخمیوں کو برزلہ کے اسپتال لے جاکر بھرتی کیا گیا۔ ایک ماہ کے بعد بشارت احمد کو ایک بیراگ کے ساتھ ہسپتال سے رخصت کیا گیا۔ البتہ ایمبولنس میں بٹھا کر گھر تک لایا گیا، نازیہ اور ان کی دونوں بیٹیوں نے ان کا سہارا بن کر گھر کے اندر لایا اور یہاں ایک کمرے میں بستر پر لٹایا۔

اس المناک ایکسیڈنٹ کے باوجود نہ ان کے اور نہ ہی نازیہ کے گھر سے کوئی خبر لینے آیا۔ سرکار کی طرف سے بشارت کو ریلیف میں ایک لاکھ روپے کا چیک ملا' یہ چیک انہوں نے بنک کے لون کھاتہ میں جمع کرایا۔ ابھی بنک کے پچاس ہزار روپے واجب الادا تھے۔ مائن بلاسٹ میں ان کی ٹیکسی زخمی ہوکر ایک ورکشاپ میں زیر علاج رہی۔

ایک ٹانگ سے محروم ہونے کے بعد بشارت احمد ایک طرح سے ناکارہ ہوگیا، ضروریات زندگی، مکان کا کرایہ ایک مدت تک تو کسی طرح چل سکا' آگے جاکر جب یہ بوجھ اٹھ نہ سکا، اور نہ ہی کسی سے ادھار مانگ سکا۔ تو فاقہ کشی کی نوبت آگئی۔ گزشتہ دو دنوں سے سوائے پانی کے اور کچھ بھی نہیں مل سکا۔ بھوک نے انہیں مفلوج بنا کر رکھا' معصوم بچیوں کی حالت ان سے دیکھی نہ گئی۔ کہیں سے کچھ بھی کھانے کو ملنے کی جب امید نہ رہی تو اللہ سے موت مانگی گئی۔ مگر ملی نہیں۔ ہاں! فریاد ان کی ضرور سنی گئی۔ بشارت احمد کا دسویں جماعت تک ان کا کلاس فیلو اچانک ان سے ملنے ان کے گھر آ گیا۔ خالد اندرابی چند روز قبل امریکہ سے آیا ہے۔ ان کا پورا گھرانا امریکہ منتقل ہو چکا ہے۔ یہاں انہوں نے اپنی کوٹھی کو تالا لگایا ہے۔ خالد اندرابی کا والد فزیشن ڈاکٹر ہے۔ امیر خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ اپنی پوری فیملی کے ساتھ امریکہ جاکر اب وہیں بس گیا ہے۔ بشارت احمد کی نظروں میں خالد اندرابی کا چال وچلن ٹھیک نہیں۔ خالد اوباش قسم کا جوان رہا ہے۔ بدکاری اس کی سرشت میں رہی ہے۔ والدین کا لاڈلا ضرور ہے البتہ ان کی خصلت بد ہے۔ امریکہ سے اکیلے آنے کے دوران جب بشارت احمد کے بارے میں پتہ چلا وہ ایکسیڈنٹ میں ایک ٹانگ سے محروم ہو چکا ہے۔ تو ان کی خبر لینے یہاں آگیا ہے۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ملاقات کے دوران تمام حالات واقعات اور حادثات کے بعد اب پورے عیال کے ساتھ دو دنوں سے مکمل بھوکے ہیں۔ فاقہ کشی سے سب کا حال بُرا ہے تو یہ داستان سن کر خالد اندرابی سخت دلگیر ہو گیا۔ وہ سر جھکا کر بہت پچھتایا، کچھ دیر بعد سر اٹھا کر بشارت کی بیوی کی طرف دیکھ کر ان سے مخاطب ہوئے۔

''میں اس وقت ایک ضروری کام سے ماموں جان کے ہاں جا رہا ہوں' شام تک میری واپسی ہو گی' آپ شام سات بجے میری کوٹھی پر آنا' میں مالی امداد فراہم کروں گا۔ جتنی بھی ہم سے ہو سکے میں اپنا فرض نبھاؤں گا۔ میں آپ کی مدد کروں گا......! اتنا کچھ بتا کر وہ اٹھ کر چلا گیا۔ البتہ ایک سوالیہ چھوڑ گیا۔

خالد اندرابی کا نازیہ کو شام کے وقت ان کی کوٹھی پر آنے کا اور امداد حاصل کرنے کا نیوتا میاں بیوی کے لئے ایک سوالیہ بن گیا۔

خالد اندرابی کا چال وچلن اور اُن کی بدکاری کو مدنظر رکھ کر بشارت شش و پنج میں پڑ گیا۔ اس پر نازیہ کو اپنے شوہر سے کہنا پڑا۔

''اگر آپ کے ساتھی کو ہماری مالی مدد کرنا تھی تو خود یہاں لا کر دے دیتے' مجھے شام کے وقت اپنی کوٹھی پر کیوں بلایا۔

''مجھے اُن کی آفر میں بدنیتی نظر آ رہی ہے!'' بشارت احمد نے رائے ظاہر کی' البتہ امداد کی آفر ٹھکرائیں گے تو کھائیں گے کیا......؟

نازیہ کچھ سوچ کر بولی......''مجھے اُن کی آفر میں پل صراط پر چلنے البتہ پار ہونے کے بجائے ڈوب جانے کے مترادف لگتا ہے۔

''مجھے بھی کچھ ایسا ہی نظر آتا ہے......کیا کیا جائے سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ کیا ہم لاچاری اور مجبوری کی چاہ میں گر جائیں گے۔ یا مزید فاقہ کشی کو برداشت کریں گے۔ کیا اس برداشت سے بھوک مٹے گی' ہم میاں بیوی کو' اور ہماری معصوم بچوں کو جو بھوک لگی اس کا کیا اُپائے ہے؟

بشارت اور نازیہ ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر خاموش زبان میں یہی سوالات دوہرا

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

رہے ہیں۔البتہ دونوں میں سے کوئی بھی کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکا۔

خالد اندرابی کا نازیہ کو شام کے وقت اپنی کوٹھی پر بلانا، جہاں یہ دونوں اکیلے ہوں گے امداد کے لین دین کا سودا ہوگا۔امداد میں کیا اور کتنا ملے گا اور بدلے میں وہ کیا لے گا۔کیا نازیہ دینے کے لئے تیار ہوگی۔

نہ کوئی اور سورس ہے نہ کہیں سے کوئی امید...... جو آفر آ گئی ہے اگر اس کو ٹھکرائیں گے تو کھائیں گے کیا۔جو بھوک لگی ہے اس کا اور کیا علاج ہے؟

شام ہونے تک دونوں میاں بیوی بڑے اضطراب اور تذبذب میں رہے...... کیا کیا جائے اور کیا نہ کیا جائے' یہ سوچتے سوچتے ان کا دماغ ہی ماؤف ہوگیا۔البتہ نازیہ نے منہ کھول دیا۔

''کیا تم مجھے خالد اندرابی کی کوٹھی پر جانے کی اجازت دو گے؟

''کیا تم وہاں اُن کے ہاں جانے کے لئے راضی ہو' مجھے تو اُن پر کوئی بھروسہ نہیں یہ تم جن خدشات کے شکار ہو' وہ خدشات مجھ پر بھی حاوی ہیں......'البتہ حالات پر نظریں دوڑا کر مجھے کوئی اور راستہ نظر نہیں آتا!''

''اگر تم راضی ہو' تو جاؤ اور جان لو یہ المناک راز ہم دونوں کے سینوں میں مرتے دم تک زندہ رہے گا......' ویسے بھی اب میں تمہارے لئے ایک طرح سے ناکارہ یعنی زندہ لاش ہوں۔''

''ایسا مت کہو میں پڑھی لکھی ہوں میں کچھ نہ کچھ کر کے دکھاؤں گی' البتہ جب ہم اس سیاسی بحران سے نکل آئیں گے!''

میرا بھی حالات نارمل ہونے پر ریڑھی پر کوئی بزنس کا ارادہ ہے۔البتہ ابھی اس بھوک کے بحران سے کیسے نکلیں' یہ مسئلہ بڑا پیچیدہ ہے خاص طور پر معصوم بچوں کی طرف ہم سے دیکھا نہیں جاتا۔''

''...... میں ایک بڑی قربانی دینے جا رہی ہوں......' اللہ ہم سب کا نگہبان!''

نازیہ شام کے وقت جب سلامت علی اندرابی کی کوٹھی پر پہنچی تو خالد اندرابی گیٹ پر

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ان کا انتظار کر رہا تھا۔ خالد نے ان کا آداب بجالایا اپنے ساتھ اندر پارک کراس کر کے کوٹھی کے اندر لایا' خالد نے انہیں کچن سے ملحق ڈرائنگ روم میں لایا' یہاں ایک گول میز کے گردش ۶ کرسیاں لگی ہیں۔ ان کے آمنے سامنے بیٹھنے سے چار کرسیاں خالی رہیں۔ میز پر ٹی سیٹ کے ساتھ کیک بسکٹ قسم کی مٹھیاں اور ایک بول میں فل تندوری چکن بھاپ چھوڑ رہا تھا۔ خالد نے خود دو کپ میں چائے انڈیل کر ایک کپ نازیہ کو پیش کیا اور انہیں کیک کھانے کا اشارہ کیا۔

نازیہ نے خالی چائے کا کپ لے کر کچھ اور کھانے سے یہ کہہ کر انکار کیا کہ میرے گھر پر میرا شوہر اور دو معصوم بچے بھوکے ہیں لہٰذا مجھ سے ان کے بغیر کچھ کھایا نہیں جائے گا۔ اس پر خالد اندرابی نے انہیں بتایا۔

''آپ تھوڑا کچھ کھالو باقی سارا کچھ پیک کر کے گھر لیجاؤ...... ہاں! میں نے آپ سے آپ کا نام نہیں پوچھا۔

''نام میرا......'' نازیہ شاہ ہے۔

''آپ کا بشارت احمد کے ساتھ لو میرج ہوا ہے؟

نازیہ نے جواب کے بجائے سر جھکا لیا۔

''خیر......! یہ آپ کا ذاتی معاملہ ہے...... آؤ ہم بیڈ روم چلتے ہیں۔

بیڈ روم کا نام سنکر نازیہ کو ایک جھٹکا لگا اس کے پورے جسم میں کرنٹ سی دوڑ گئی۔ اسے لمحہ بھر کے لئے یہاں شام کے وقت تنہائی میں ایک غیر مرد کے پاس آنے اپنی مرضی کے دخل پر اعتراض ہوا' البتہ بھوک نے اسے لاچار اور مجبور کیا' چنانچہ وہ غیر ارادی تذبذب کی حالت میں خالد کے پیچھے پیچھے چل کر بیڈ روم میں آئی۔ یہ جان کر کہ مجھے ان کی خواہش پوری کرنے لئے بیڈ پر لیٹ جانے کو کہا جائے گا اور پھر میرے کپڑے میرے بدن سے اتر جائیں گے...... کیا میں مزاحمت کروں گی اگر یہ ناراض ہو گئے اور مجھے خالی ہاتھ واپس لوٹایا گیا۔ تو ہماری بھوک کا کیا ہوگا۔ کیا مجھے ان کی خواہش پورا کرنے کے لئے اپنی آبرو کی قربانی دینی چاہئے یا نہیں۔ جب وہ کوئی فیصلہ نہ کر سکی۔ خالد اندرابی ان سے مخاطب ہوا۔

''آپ کھڑی کیا سوچ رہی ہے۔ مجھے آپ پریشان اور دلگیر نظر آرہی ہیں۔''

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''نہیں......' ایسی کوئی بات نہیں......آپ جو کہیں گے میں وہی کروں گی۔

''ٹھیک ہے......' آپ اس کمرے کے اُس سرے تک جاؤ وہاں پر قالین کا کونا اٹھا کر وہاں چابی رکھی ہے اُسے لے آؤ۔

نازیہ جب چابی لے کر واپس خالد کے پاس آئی تو خالد نے انہیں بتا دیا' بیڈ کے نیچے جو صندوق رکھا ہے اس کو باہر نکال لاؤ۔

صندوق کو کھینچ کر جب باہر نکالا گیا تو خالد نے انہیں چابی سے اس کا تالا کھولنے کو کہا۔ نازیہ نے چابی ڈال کر تالا کھولنے کی کوشش کی لیکن تالا کھل نہ سکا'' نازیہ نے خالد سے مخاطب ہو کر کہا......'' ......''مجھ سے یہ نہیں کھلتا' اس کو آپ ہی کھولئے۔ اس پر خالد اندرابی نے بتایا۔''میں اس تالے اس کی چابی اور صندوق کو ہاتھ نہیں لگا سکتا' ایسی بات نہ ہوتی تو میں آپ کو اس وقت یہاں آنے کے لئے نہیں کہتا' آپ کا شوہر چل کر آ نہیں آ سکتا' لہٰذا اس کام کے لئے آپ کو یہاں اس وقت لانا پڑا۔

''میں سمجھی نہیں......!

''میں آپ کو سمجھاتا ہوں......میرا جوانی کا دور کٹھن دور سے گزرا ہے۔ برائی اور بدمعاشی میری سرشت میں رہی۔ میں باپ کے جیب سے پیسے چراتا اور ماں کے اس صندوق سے نقدی اڑاتا......ایک روز ماں نے مجھے اس صندوق کا تالا کھولتے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا اور خوب ڈانٹا' اور پھر میرا دایاں ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے سر پر رکھا' مجھ سے وعدہ لیا اب سے میں کبھی بھی اس صندوق کو ہاتھ نہیں لگاؤں، چابی سے اس کا تالا نہیں کھولوں گا۔ میں نے کلمہ شہادت پڑھ کر ماں کے سامنے وعدہ ہی نہیں بلکہ عہد کیا اب سے میں زندگی بھر کبھی نہ اس صندوق کو ہاتھ لگاؤں گا نہ ہی کبھی اس کا تالا کھولوں گا۔ اس پر انہوں نے بتایا میں خود تمہیں جیب خرچ دیا کروں گی......' پچھلے مہینے امریکہ میں میری والدہ کا انتقال ہوا' میں والدہ کا صدقہ اتانے کے لئے دس دنوں کے لئے یہاں آیا ہوں۔''

اسی دوران تالا کھل گیا۔ تو خالد نے اس سے صندوق کا ڈھکن اٹھانے کو کہا......جب ڈھکن اٹھ گیا تو پورا صندوق قیمتی شالوں اور پارچہ جات سے بھرا تھا۔ خالد نے نازیہ کو ایک

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

شال لے کر اسے فرش پر کھلا چھوڑنے کو کہا اور پھر صدوق میں جو کچھ بھی تھا اس کو نکال کر اس شال پر رکھنے کی ہدایت دی۔ شال اور پارچہ جات کے ساتھ اس میں سونے چاندی کے زیورات اور نقدی کے ساتھ ریز گاری بھی تھی، سرسری اندازے کے مطابق سارا مال و جائداد تین لاکھ سے بھی زائد مالیت کا ہے۔

اس سارے مال کو ایک شال میں باندھا گیا۔ اس پوٹلی کو اٹھا کر نازیہ کو ڈائیننگ روم میں لایا گیا، یہاں چائے کا سارا سامان ایک بکس میں پیک کر کے دونوں کوٹھی سے باہر آگئے۔ خالد اندرابی نے کوٹھی کا گیٹ تالا بند کیا اور پھر نازیہ کو اپنے ساتھ مین روڑ پر لایا۔ یہاں ایک ٹیکسی رکوا کر نازیہ کو پوٹلی اور بکس کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بٹھایا گیا۔ خالد خود ڈرائیور کے پاس فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ بشارت کی رہائش گاہ پر پہنچ کر نازیہ کو ٹیکسی سے اتارا گیا اور خالد اندرابی خود اسی ٹیکسی میں واپس کوٹھی کی طرف روانہ ہوا۔

نازیہ اپنی رہائش گاہ پر آکر بڑی جذباتی ہوگئی.....' وہ چلائی میرے بشارت......' اس نے مجھے چھوا تک نہیں۔ وہ انسان نہیں فرشتہ ہے۔ اب ہمیں کبھی بھوک نہیں لگے گی۔ ہمارے گھر میں اب کبھی بھوک نہیں آئے گی!

☆☆☆

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

جانتے نہیں خوشیاں، مسکان اور مسرتیں
سوئی پڑی ہیں ہمارے ساتھ ہماری حسرتیں

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

محبت کا ٹرانسفر آڈر

ارے وہ تو شاید آج پھر میکے آئی ہے۔ اُس نے جو کہا تھا اب میں یہاں کبھی نہیں آؤں گی ......؛ کہیں یہ وہ...... مگر نہیں، وہی تو ہے۔ کھڑکی کا پردہ ہٹا کر اسی انداز سے میری طرف دیکھ رہی ہے۔؛ میری طرح وہ بھی اپنے آپ سے کہہ رہی ہوگی یہ کب واپس گھر آیا ......؟ میں نے بھی تو اس سے کہا تھا میں دہلی جا کر بھائی کے پاس رہوں گا، یہاں نہیں آؤں گا......اس بات کو کوئی ڈیڑھ ماہ ہوا، میں کل شام واپس آیا اور آج صبح اس کے درشن کیئے، نہ جانے اس ڈیڑھ ماہ میں یہ کتنی بار میکے آئی ہوگی!

معمول کی طرح تھوڑی دیر بعد وہ میرے پاس آئے گی اور میری حالت دیکھ کر مجھ پر برس پڑے گی اور...... کہے گی، تم نے یہ کیا حالت بنا رکھی ہے۔ کیوں تم اپنے آپ کو لٹانے پر تُلے ہو، آخر کب تک تم اس طرح اپنی صحت بگاڑتے رہو گے؟ مجھ میں کیا رکھا ہے جو تم میرے غم میں سکڑتے جا رہے ہو؟ خدا کے لئے یہ گِٹار بجانا بند کرو تم کیا جانو تمہارا ہاتھوں کی انگلیوں سے مِضراب کا ضرب گٹار کے تاروں پر نہیں بلکہ کسی کے دل پر لگتا ہے۔ تم جسے گِٹار کی مدُھر لے سمجھتے ہو وہ اصل میں کسی کے زخمی دل کی چیخ ہے، واویلا ہے، تڑپ ہے، کراہ ہے......!

میں مانتی ہوں تم اپنا غم غلط کرنے کے لئے گِٹار کا سہارا لیتے ہو، اس کے سوز میں

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ڈوب جاتے ہو مگر تم کو یہ بھی جاننا چاہئے تمہارے گٹار کی دردناک لے کسی کے دل کو چھلنی کر کے رکھ دیتی ہے۔ تم جس غم کو بھولنے کے لئے گٹار سے کام لیتے ہو اس سے دوسروں کے غم جاگتے ہیں...... مجھ سے وعدہ کرو آج سے تم گٹار نہیں بجاؤ گے۔ یہ بھی کہہ دو کہ اب تم میری یاد میں اپنے آپ کو برباد نہیں کرو گے ......' کہہ دو مجھے تمہاری یہ سب باتیں منظور ہیں۔

''نہیں ......نہیں !! مجھے کچھ بھی منظور نہیں !'' آج پہلی بار میں بغاوت پر آمادہ ہوا ہوں اب میں تمہاری باتیں ماننے کے لئے تیار نہیں ......میں نے ہر بار تمہاری بات مان لی لیکن آج...... جب تم میرے پاس آؤ گی اور بظاہر میرے حال پر رحم کھا کر مجھ پر برس پڑو گی تو میں تمہیں خوب جلی کٹی سناؤں گا۔ تم گٹار بند کرنے کے لئے کہو گی تو میں یہی گٹار اٹھا کر تمہارے سر پر دے ماروں گا۔ آج کسی بھی صورت میں تمہاری باتوں میں نہیں آؤں گا۔ تم میرے سامنے روؤ گی تو میں سمجھوں گا یہ سب تریا چلتر ہے......! تم اپنی بات منوانے کے لئے ضد کرو گی تو میں تمہارا منہ نوچ لوں گا۔ آج میں تمہارے سامنے صاف صاف کہوں گا میری حالت پر رحم کھانے والی تم کون ہو؟ جاؤ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ تم کو میری محبت ٹھکرانے کا حق تھا۔ اس حق کا تم نے استعمال کیا۔ لیکن میرے غم میں شریک ہونے کا اب تمہیں کوئی ادھیکار نہیں۔۔۔ میرے غم میں شریک ہو کر تم ایک پاپ کر رہی ہو' تم اپنے شوہر کو دھوکہ دے رہی ہو' پھر کبھی تم نے یہاں میرے گھر میں قدم رکھا تو......

مگر میں کس کو کہہ رہا ہوں۔ یہاں میرے سوا کوئی نہیں۔ مُنی ابھی آئی نہیں۔ وہ آتی ہی ہوگی' میں کتنا بُھولا ہوں اب بھی اسے منی کہتا ہوں' اس کا نام تو محبوبہ ہے۔ گھر میں اگر ایسے منی کہا جاتا ہے۔ تو یہ اس کا نِک نام ہے میرے لئے تو وہ محبوبہ...... محبوبہ تھی اب نہیں۔ اب تو مُنی بھی نہ رہی' اب میرا اور اُس کا رشتہ ہے جو محکمانہ طور اب بھی باقی ہے۔ محبوبہ آرٹ اور سانگ محکمہ میں ایک کلرک کے جاب پر کام کر رہی ہے۔ میں اس محکمہ میں میوزک ماسٹر کے طور پر تعینات ہوں۔ ہم دونوں کے ایک ہی محکمہ میں ہونے سے ہمارے تعلقات محبت میں بدل گئے۔ ہم دونوں نے ایک دوسرے کو چاہا۔ چاہت نے پیار کا روپ اختیار کر لیا۔ پیار نے محبت کا جامہ پہنا' ہم دونوں' پیار اور محبت کی ناؤ میں سوار ہوئے' منی نے خود کو میرے سپرد کیا۔ میں نے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اُسے اپنے سینے سے لگا یا۔ ہم دونوں کی پیار و محبت کے ساز پر زندگی رقصاں تھی' میرے دل کے ویرانے آباد تھے۔ مُنی کی قربت نے میری زندگی کی دھارا بدل کر رکھ دی' میرے خلوت کدے آباد ہو گئے۔ گھر بسانے کی آرزو نکھر نے لگی، میرا گھر بستے بستے رہ گیا۔

مُنی کی ڈولی اٹھ گئی' راہیں بدل گئیں۔ وہ اپنے پیا کے گھر چلی گئی...... میں کلیجہ تھام کے رہ گیا۔

مُنی کا گھر بس گیا اور میں لُٹ گیا' میرا سارا وجود زخموں سے بھر گیا۔ اپنے آپ کو فریب دینے کے لئے میں نے خود ہی اپنی راہ بھٹکا دی' روشنی سے نکل کر میں اندھیرے کی طرف چلدیا۔ میں نے نشاط و طرب کی محفلوں کی طرف رجوع کیا لیکن کوئی ساغر میرا دِل بہلا نہ سکا۔ آنکھوں سے آنسو ڈھلتے رہے' میں یادوں کو متاع بے بساط کی طرح سینے سے لگائے پھرتا رہا۔ شادی کے بعد پہلی بار میکے آکر جب مُنی مجھ سے ملی تھی تو اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے اور گلوگیر آواز سے وہ کہہ رہی تھی۔

''میں بے وفا نہیں' میں تم کو' صرف تم کو چاہتی تھی' جی جان سے چاہتی تھی مگر......' رشید! یہ سب تقدیر کا کھیل ہے' سنجوگ کی بات ہے...... میں ایک عورت ہوں' عورت کا دوسرا نام مجبوری ہے۔ تمہیں ان مجبوریوں کی قدر کرنی چاہیئے...... کرو گے نا تم ایسا!

میں سمجھتا ہوں عورت ازل سے ابد تک مجبور ہے اور اسی مجبوری کی قربان گاہ پردہ مردوں کو بھینٹ چڑھاتی جاتی ہے...... مُنی! تم نے پیار کو ایک کھیل سمجھا حالانکہ پیار مجبوری کے تابع نہیں۔ تم میری زندگی میں آئیں' میں نے تمہیں لبیک کہا' تم چلی گئیں تو میں نے تم سے کوئی گِلہ نہیں کیا...... میں کل بھی تنہا تھا آج بھی تنہا ہوں۔ ہاں! وقتی طور پر تم نے جس رفاقت سے میرے جیون کی جوت روشن کی تھی اس کو خود ہی گل کر دیا۔ کل تک مجھے اس اندھیرے سے ڈر لگ رہا تھا' آج میں ان اندھیروں کا عادی ہو چکا ہوں۔ تم میرے پاس آکر میرے اندر ہلچل مچا رہی ہو' میں اس ہلچل کو اگنور کرنے کے لئے گٹار کا سہارا لیتا ہوں۔

تم مجھے گٹار بجانے سے روکتی تو میں تمہاری چاہت کے آگے ہتھیار ڈال دیتا ہوں۔

مُنی آج تم اتنی دیر سے میرے سامنے کھڑی ہو' پھر تم نے مجھے گٹار بجوانے سے کیوں

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

نہیں روکا؟ دیکھو مضراب میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا ہے اور میری انگلیاں زخمی ہوگئی ہیں یہ تم خود دیکھ رہی ہو، پھر بھی خاموش ہو، آخر کیوں؟

خدا کے لئے مجھے پہلے کی طرح گٹار بجانے سے روکو......روکو مجھے ......تم نہیں جانتیں میں نے آج اس بات کا پختہ ارادہ کیا تھا کہ اگر آج تم نے مجھے گٹار بجانے سے روکا، تو میں یہی گٹار تمہارے سر پر دے ماروں گا، مگر تم نے مجھے نہیں روکا۔ میں گٹار بجاتا رہا تمہارے دل کو مجروح کرنے کے لئے مگر ......تمہاری آنکھیں تو بند ہیں، تم شاید پہلی بار اس سوز میں ڈولی جا رہی ہو، خدا کے لئے آنکھیں کھولو اور میری حالت دیکھو......

مگر یہ سب باتیں میرے دل کی ہیں، مجھے اپنے دل کی بات زبان پر لانی چاہئے۔ اب مجھ سے اور برداشت نہیں ہوسکتا، مجھے چیخنا چاہئے......میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

"محبوبہ......!

"آہ کہ...... کیا بات ہے؟" منی نے چونکتے ہوئے میری طرف دیکھا۔ میری حالت دیکھ کر وہ ششدر رہ گئی اور پریشان ہو کر بولی" کیا ہوا تمہیں؟"

"تم نے مجھے گٹار بجانے سے کیوں نہیں روکا۔ میری حالت دیکھ کر تم نے مجھے کیوں نہیں ٹوکا...... آج تم نے یہ کیا کیا......؟"

"رشید......؛ آج سے تمہیں کوئی نہیں روکے گا، کوئی نہیں ٹوکے گا، جو تمہارے جی میں آئے کرو!"

"منی! جب تم میری نہیں ہوسکیں تو تمہارا یہ فیصلہ کیوں اور کیسا؟"

"کیا تمہاری حالت کا یہی کارن ہے کہ میں تمہاری نہیں ہوسکی؟

"شاید......"

"جس کی چاہت پروان نہیں چڑھتی کیا اس کی ایسی ہی حالت ہوتی ہے جیسی تمہاری ہے؟"

"آج یہ تم مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"اس لئے کہ تمہاری نظروں میں میں بے وفا ہوں مگر......رشید میں تمہیں کیسے بتاؤں مجھے تمہارے راستے سے میری بہن نے ہٹا دیا۔"

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''کیوں ......؟ اُس نے ایسا کیوں کیا؟''

''اس لئے کہ وہ تم سے پیار کرتی ہے؟

''منی ......! یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟''

''میں سچ کہہ رہی ہوں' مجھے قطعاً گمان نہ تھا میری چھوٹی بہن' جو عمر میں مجھ سے دو سال کم ہے۔تم کو دل دے بیٹھی ہے۔ ہاں! اُس کی محبت یکطرفہ ہے کیونکہ اس نے تمہارے ساتھ اس کا اظہار نہیں کیا' اس بارے میں وہ کمزور ثابت ہوئی' ایک روز وہ میرے سامنے پھٹ پڑی اور بولی باجی! مجھے یہ کیا ہوا؟ پڑوسی رشید مجھے بہت بھاتا ہے' میرے دل میں اُن کے تئیں محبت جاگ گئی ہے۔ میں اُن کو اپنا بنانا چاہتی ہوں۔ مگر مجھے اُن کے سامنے اظہار کرنا نہیں آتا۔ باجی! تم مجھے کوئی راہ دکھاؤ جہاں ہم دونوں ملیں اور پھر زندگی بھر ساتھ نبھانے کے لئے اس راہ پر چلیں جو راہ ایک دوسرے کو آپس میں ملاتی ہے۔ باجی ......تم میری مدد کرو' تم میری مدد کر سکتی ہو' میں نے دیکھا ہے تم دونوں ملتے ہو اور ایک دوسرے سے باتیں بھی کرتے ہو۔ تم رشید تک میری محبت اور پیار کا پیام پہنچا دو۔ تم ہم دونوں کو ملا دو!'' میری چھوٹی بہن کی اس التجا نے مجھے دم بخود کر دیا۔ کیونکہ انجانے میں وہ مجھ سے میری محبت اور میرے پیار کی قربانی مانگ رہی ہے۔

میری سمجھ میں نہیں آیا میں کیا کروں' میں اپنی چھوٹی بہن کو کہہ نہیں سکی محبت کوئی جاندار شئے نہیں جو ٹرانسفر ہو سکے۔ محبت ٹرانسفر نہیں ہوتی البتہ میں تمہارے لئے اس محبت کی قربانی دوں گی۔

قبل اس کے کہ میں تمہارے سامنے یہ ساری صورت حال رکھتی' میری چٹ منگنی پٹ بیاہ ہو گیا۔ میں نے زہر کا پیالہ پی کر شادی کی آفر قبول کر لی۔ تم نے مجھے بے وفا جان کر' راہ فرار اختیار کر لی، نہ جانے تم گھر بار چھوڑ کر کہاں چلے گئے......

آج ڈیڑھ برس بعد واپس گھر لوٹ آئے۔ میں بھی چند روز کے لئے میکے آئی ہوں۔

سُنا ہے تم کو اس شادی کا ثمر ملا ہے۔''

''ہاں......! ایک بچی کے روپ میں!''

''شادی شدہ ہونے کے باوجود آج اس وقت تم ہم سے ملنے آئی ہو' کیوں......؟

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''میں ایک بڑی امید لے کر آئی ہوں؛''میں ایک درخواست لے کر آئی ہوں۔

''اب یہ اُمیدی اور نا اُمیدی کا معاملہ کہاں باقی رہا۔

''جب تک دھرتی پر ایک انسان زندہ ہے' معاملات باقی رہتے ہیں فنا نہیں ہوتے۔

''تم چاہتی کیا ہو' صاف صاف بتاؤ۔''

''میں تمہارے پاس محبت کا ٹرانسفر آڈر لے کر آئی ہوں۔

''اچھا میں' سمجھ گیا......!

''اگر تم راضی ہو' تو کل اتوار کے روز ۱۱ بجے ہماری ملاقات باٹنی گارڈن میں ہوگی؛ میرے ساتھ میری چھوٹی بہن ہوگی؛

''ٹھیک ہے......' میں کل وہیں پر اس محبت کے ٹرانسفر آڈر پر دستخط کروں گا' کیونکہ میں بھی اب اس اکیلے پن سے اُکتا چکا ہوں۔''

میں جا رہی ہوں' اور میرے جانے کے بعد اپنے گٹار پر وہی دھن بجانا جس نے میرے اندر پیار کی جوت جگائی تھی' میں گھر پہنچ کر دیکھ لوں گی' میری چھوٹی بہن اس کا کیا اور کتنا اثر لیتی ہے۔ مجھے اس سے محبت ٹرانسفر ہونے کا عندیہ ملے گا۔

☆☆☆

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

آرزوئیں، تمنائیں اور پھر چاہتیں
کہاں ہوتی ہیں کیسی ہوتی ہیں کہاں رہتی ہیں

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

سفید چادر، سُرخ داغ

ارے، یہ کیا......؟ میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں۔ مجھے ایک جھٹکا لگا۔ اعتبار متزلزل ہوا، عفت، سیرت شرافت سب الٹ پلٹ ہو گیا۔ میرا خواب چکنا چور ہو گیا۔۔۔' میں بستر سے نکل باہر آیا۔ اور پھر بیڈ سے اتر کر فرش پر بیٹھ گیا...... یہ جو میں نے دیکھا بالکل خلاف توقع ہے...... میں سوچنے لگا میں یاد کرنے لگا اور مجھے یاد آیا......!

بحثیت ڈپٹی ڈائریکٹر ہارٹیکلچر مجھے تبدیل کر کے محکمہ سوشل ویلفیر بھیجا گیا۔ مجھے لگا یہ میری کسی خطا کی سزا ہے۔۔ البتہ جب میں نے محکمہ سوشل ویلفئر میں جوائین کیا اور اگلے روز اسٹاف ممبران نے میرے اعزاز میں ٹی پارٹی کا اہتمام کیا۔ اُس روز محکمہ کے میٹنگ ہال میں ہم سے اسٹاف ممبران کا تعارف کرایا گیا۔ میں نے محسوس کیا یہ ٹرانسفر سزا نہیں بلکہ جزا ہے۔ یہاں گیارہ جینٹس اور پانچ خواتین ملازمین ہال میں موجود تھیں۔ ہم سے ایک ایک کر کے ان کا تعارف کرایا گیا۔ ان کے نام اور محکمہ میں ان کے عہدے سے واقفیت دلائی گئی۔ ایک خوبصورت پری چہرہ پروین شاہ کے بارے میں بتایا گیا یہ ڈپٹی ڈائریکٹر کی پرسنل اسسٹنٹ ہیں۔ میں ان کی طرف دیکھ کر دھک سارہ گیا۔ سیاہ رنگ کے اسکارف میں خوبصورت چہرہ بدلی

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

میں چاند کے مانند دیکھ کر میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں۔ میرے اندر کچھ کچھ ہونے لگا۔ کچھ دیر تک میری نظریں اس خوبصورت چہرے پر ٹکی رہ گئیں اسی دوران میرے سامنے ایک اور اسٹاف ممبر کا تعارف کرایا گیا۔ ان کی طرف میرا خاص دھیان نہیں گیا۔

تقریب کے اختتام پر سب ملازمین اپنے اپنے کمروں میں اپنے اپنے ٹیبل پر کام کرنے گئے تو میں اپنے کمرے میں آکر کرسی سنبھالتے ہی بیل بجا کر چپراسی کو بلایا۔ جب چپراسی حاضر ہوا تو میں نے اسے پروین شاہ کو بلانے بھیجا۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ سلام بجا کر اندر آئی تو میں نے انہیں اپنے ٹیبل کے سامنے والی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ جب وہ میرے سامنے بیٹھ گئی تو میں ان کے خدوخال کا جائزہ لینے لگا۔۔۔ میں نے انہیں کیوں بلایا جب مجھے اس کا احساس دلایا گیا تو میں چونک سا گیا۔ البتہ اپنے عہدے کی پرسنل اسٹنٹ کو اپنی پرسنل پراپرٹی جان کر ان سے مخاطب ہوا' آپ کا نام پروین شاہ ہے اور آپ پی اے کے عہدے پر تعینات ہیں۔۔۔ میں اس محکمہ میں نیا آیا ہوں۔ یہاں کے کام کاج کے بارے میں مجھے کوئی علم نہیں۔ لہٰذا آپ مجھے گائیڈ کریں گی۔

''سر! آپ بالکل بے فکر رہیں۔ میں آپ کے پاس فائلیں مکمل کر کے بھیجا کروں گی، آپ صرف سائن کریں گے۔ اگر کوئی اعتراض ہو تو آپ نوٹ کریں گے۔''

''ٹھیک ہے۔۔۔، آپ جا سکتی ہیں۔

پروین شاہ کے واپس نکلتے ہی، مجھے لگا، میں نے کچھ کھویا ہے۔ مجھے بڑی کمی محسوس ہوئی، سچ تو یہ ہے کہ اس نے پہلی ہی نظر میں میرا دل لے لیا، میرے اندر یہ چاہت پیدا ہوگئی، میں اسے دیکھتا ہی رہوں۔ کہیں یہ شادی شدہ تو نہیں۔ یہ جانکاری حاصل کرنے کے لئے میں نے بیل کا بٹن دبایا۔۔۔، چپراسی اندر آ کر میرے سامنے کھڑا ہوا۔ میں نے چپراسی کو اشارے سے اپنے قریب لایا اور سرگوشی سے پوچھا۔

''یہ پروین شاہ، شادی شدہ ہے کیا؟''

''نہیں سر۔۔۔! ابھی اس کی شادی نہیں ہوئی، البتہ کبھی کبھی ان کو دیکھنے درمیانہ دار

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

یہاں ضرور آتے ہیں اور ان سے ملاقات کرتے ہیں۔

''ٹھیک ہے۔۔۔تم جاؤ''

مجھے یاد آیا جب میں ٹریننگ مکمل کر کے محکمہ ہارٹیکلچر میں تعینات ہوا، مجھ سے ملنے اور میرے بارے میں معلومات حاصل کرنے کئی درمیانہ دار آئے اور گئے۔ میری مرضی کو لیکر میرے والدین نے ایک سکول ٹیچر کو میرے لئے منتخب کرلیا البتہ مجھے اب وہ معاملہ گول کرنا پڑے گا۔ بشرطیکہ پروین شاہ مجھ سے شادی کرنے میں راضی ہو۔

اگلے روز جب میں آفس آیا تو پروین شاہ سلام بجا کر اندر آئی انہوں نے میرے ٹیبل پر کچھ فائلیں رکھدیں اور بولیں۔

ان فائلوں کے نوٹ آپ پڑھ لیں۔ان پر سائین کرلیں۔ان کو ڈائریکٹر صاحب کو بھیج دینی ہیں'' میں نے انہیں اپنے سامنے والی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا، میں نے دیکھا وہ نادانستہ طور پر کرسی پر بیٹھ گئی، میں اس سے کیا کہوں، کیسے کہوں، یہ میری سمجھ میں بالکل نہ آیا۔ جب میں نے انہیں سوائے بیٹھنے کے اور کچھ نہیں کہا تو وہ اٹھ کر باہر چلدی۔

ان کے اس طرح بے مروتی سے جانے پر میں سوچنے لگا۔۔۔میں اس قدر پروین شاہ پر فدوی کیوں ہوا، بے شک یہ بے حد خوبصورت ہے۔ پردے کی پابند ہے شرم وحیا کی پتلی ہے۔ان کے سامنے رشتے جوڑنے کی بات کیسے کی جائے گی؟

اس ادھیڑ بن میں چند روز گزرے گئے۔

حسب معمول میں دفتر آیا، تو میں نے ٹیبل پر پانچ فائلیں دیکھیں، ایک ایک کر کے ان کی سٹیڈی کی، کہیں کہیں نوٹ لکھا اور پھر چپراسی کے ذریعے پروین شاہ کو بلاوا بھیجا۔ پروین شاہ سلام کے ساتھ اندر آئی میرے سامنے کھڑی ہوئی، میں نے انہیں بتایا، میں یہ فائلیں دیکھ چکا ہوں میں نے کہیں کہیں نوٹ لکھے ہیں۔ وہ آپ دیکھ لینگی۔

''ٹھیک ہے۔آپ ان فائلوں کو میرے ٹیبل پر واپس بھیجوادیں۔ میں دوسری فائلیں بھیج دوں گی، وہ تیار رکھی گئی ہیں۔''

میں نے دیکھا وہ غیر ارادی طور کرسی پر بیٹھ گئی البتہ مجھے اُن سے کہنے پوچھنے کے الفاظ

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ہی نہیں ملے، اپنے اندر کا تذبذب درکنار کر کے میں نے ان سے پوچھا۔

''آپ کی شادی۔۔۔کیا کہیں انگیجمنٹ ہوئی ہے۔

میرے اس سوال پر پروین شاہ نروس ہوگئی، قبل اس کے کہ وہ کچھ بولتی میں ذرا سنبھل کر بولا۔

''بُرا نہیں ماننا میں نے اس لئے پوچھا کیونکہ میں آپ کو......

اس نے میری بات کاٹ دی اور بولی ''بہتر ہے کہ آپ میرے ساتھ ایسی باتیں نہ کریں''!

''کیوں......؟ کیا آپ کو بُرا لگا؟''

میں ایک ایسے خاندان سے اور فیملی سے تعلق رکھتی ہوں جہاں لڑکیاں اپنی مرضی سے نہ شادی بیاہ کے بارے میں اپنی رائے دے سکتی ہیں نہ والدین کے سامنے اس معاملہ پر سر اٹھا سکتی ہیں۔ ہمارے ہاں اس قسم کے معاملات والدین طے کرتے ہیں۔''

''اس کا مطلب ہے۔آپ کے والدین کے ساتھ بات کرنا پڑے گی۔''

''آپ خود نہیں کر سکتے، درمیان دار بھیج سکتے ہیں۔''

ٹھیک ہے (آئی ویل ٹرای مائی بیسٹ)۔

اسے میں اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں، پروین شاہ کے والدین سے پروین کے ساتھ میرے رشتے کی قبولیت مل گئی اور ہماری شادی بیاہ کی تاریخ بھی مقرر ہوئی، ہماری ازدواجی زندگی کے سفر کے آغاز میں صرف ڈیڑھ ماہ کا وقفہ رہا۔ اس انگیجمنٹ کے بعد میری پرسنل اسسٹنٹ میرے کمرے میں بہت کم آئی، جب بھی آئی جلدی جلدی کام نپٹا کر واپس نکل پڑی، اس نے میرے پاس بیٹھنے باتیں کرنے کو ٹال دیا، ایک روز میں نے انہیں کل یعنی چھٹی کے روز باٹینکل گارڈن چلنے کی آفر دی انہوں نے بتایا۔

'اتوار یا کسی چھٹی کے روز اپنی مرضی پر ہمیں کہیں جانے کی اجازت نہیں، والدین سے پوچھ کر کہاں جانا ہے، کیوں جانا ہے، کس کے ساتھ جانا ہے۔ تفصیل سے سچ سچ بتانا پڑتا ہے۔ میں اپنے والدین سے کہہ نہیں سکتی میں کل منگیتر کے ساتھ سیر و تفریح کر رہی ہوں۔''

پروین شاہ کے جواب سے میں لاجواب ہوگیا البتہ ان کے خیالات اور نظریات کا قائل

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ہو گیا۔ ان کی دلیل سے میرے اندر ان کی عزت بڑھ گئی، اپنی خواہش کی تکمیل کو لے کر میں نے انہیں بتایا۔ اس وقت دن کا ایک بجا ہے ہم کہیں جا کر پانچ بجے تک واپس لوٹ آئیں گے۔

''کہاں جائیں گے......؟ وہ راضی ہو گئی۔ ''دیکھا جائے گا، کہاں جائیں گے...... گاڑی میں بیٹھ کر گھومیں گے''!

ہم دونوں دفتر سے نکلے پارکنگ سے گاڑی نکال کر میں نے کھڑکی کھول کر انہیں فرنٹ سیٹ پر بیٹھنے کی آفر دی، وہ پچھلی کھڑکی کھول کر پیچھے بیٹھ گئی، مجھے بڑا ناگوار گزرا البتہ موڈ خراب کرنے کے بجائے اس ناگواری کو پی لیا۔

میں نے گاڑی ہارون کی طرف دوڑائی، یہاں سربند کے پاس گاڑی روک لی خود نیچے آیا پروین کو باہر آنے کو کہا ہم دونوں قدم ملا کر پارک کی طرف چل دیئے، اتنے میں میرے کانوں میں میرے نام کی آواز آئی، مڑ کر دیکھا تو میرا کبھی کا کلاس فیلو میرا دوست بشارت احمد ہاتھ کھڑا کر کے بُلا رہا ہے۔ میں اُس کی طرف آیا، وہ میری طرف آیا، ہم دونوں نے ایک دوسرے کو گلے لگایا۔ گلے شکوے کیئے۔ انہوں نے مجھ سے خاتون کے بارے میں پوچھا، میرا جواب تھا۔ ''یہ میری منگیتر ہے''

بشارت احمد آگے بڑھ گیا اس نے میری منگیتر کی طرف شیک ہینڈ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ پروین نے پیچھے قدم بڑھا کر شیک ہینڈ سے انکار کیا۔ منگیتر کی اس حرکت پر بشارت کو بڑا عجیب لگا۔ وہ میرے پاس آ کر بولا ''دقیانوسی ہے''

میں نے آسانی سے یہ طعنہ لیا، بشارت احمد سے اُن کی سُنی اور اسے اپنی کہی، اس کے بعد ہم دونوں رخصت ہوئے، پروین کے پاس آ کر انہیں چلنے کو کہا۔

''آپ کا یہ دوست میرے بارے میں کیا کہہ گیا......؟''

''کہہ گیا یہ دقیانوسی ہے''

''غیر مرد سے ہاتھ ملانا دقیانوسی ہے تو یہ اُن کی گندی ذہنیت ہے۔ ایسے ہی لوگ شرم وحیا کو ایک کھلونا سمجھتے ہیں اور ہر عورت کو ایک ہی نظر سے دیکھتے ہیں۔

''خیال اپنا اپنا نظر اپنی اپنی......'' کہہ کر میں نے معاملہ ٹال دیا۔ چلتے چلتے ہم پارک

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کے اندر آ گئے اور ایک کونے میں جا کر بیٹھ گئے، آج یہاں کوئی زیادہ رش نہیں تھا۔ میں نے منگیتر کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اسے اپنی طرف کھینچا اور ان کے رخسار کا بوسہ لینا چاہا۔ اس نے بوسہ لینے سے منع کیا، ان کا عذر تھا نکاح سے پہلے عورت کو چھونا گناہ کے زمرے میں آتا ہے، اس کا آپ کو تب تک خیال رکھنا پڑے گا جب تک ہمارا نکاح نہیں ہوتا۔"

"تمہارے ان خیالات اور نظریات کو لے کر مجھے تمہارا نام بدلنا پڑے گا۔ تم آج سے میرے لئے پروین نہیں پاکیزہ ہو۔"

پروین مجھ سے کچھ شرعی باتیں بتاتی رہی جبکہ میں ان کی صورت کے ساتھ ان کی سیرت کا قائل ہوگیا۔ ان کی شرمداری اور حیا کا میں مائل ہوگیا۔

حسب پروگرام پاکیزہ سے میری شادی ہوئی، دونوں طرف اس شادی بیاہ کی تقریب دھوم دھام سے منائی گئی۔

مسند نشینی کے روز ہمارا نکاح اصالتاً ہوا، رات کے بارہ بجے دلہن کی رخصتی ہوئی، میں پاکیزہ کو گاڑی کی پچھلی سیٹ پر اپنے بغل میں بٹھا کر اپنے گھر لے آیا۔ یہاں حسب روایت دلہن کا استقبال کیا گیا۔ رسم و رواج کے مطابق دلہن کا آؤ بھگت ہوا۔ گیت ان پر نچھاور کئے گئے، پھول ان پر برسائے گئے۔ باہر کے گیٹ سے اندر مہمان خانے تک انہیں مغل شہزادی کی طرح لایا اور مسند پر بیٹھایا گیا۔

رات کے ڈیڑھ بجے انہیں لیکر حجلۂ عروصی پر لایا گیا...... ہمارے لئے سہاگ رات کے لئے نہ صرف پورا کمرہ بلکہ سونے کا بیڈ ایسا سجایا گیا گویا یہ مغل اعظم کی خواب گاہ تھی۔ جب میں کمرے میں آیا۔ میں نے دلہن کو دیکھا کہ وہ گھونگھٹ میں بیڈ پر بیٹھنے کے بجائے فرش پر مصلیٰ بچھا کر نماز ادا کر رہی تھی۔

میں نے کمرے کا جائزہ لیا اور انہیں بتایا...... قبلہ درست نہیں ہے۔"

اس نے نماز ترک کی اور کھڑے ہو کر پوچھا۔

"قبلہ کس طرف ہے؟"

میں نے مصلیٰ اٹھا کر اسے قبلہ رو بچھا دیا۔ اس نے بتایا

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

'میں شکرانے کی دو رکعت نماز ادا کر رہی ہوں۔

جب دلہن نماز نفل سے فارغ ہوئی تو میں نے بھی شکرانے کی دو نماز نفل ادا کر کے باری تعالیٰ سے دعائیں مانگی، میں نے باری تعالیٰ سے پاکیزہ جیسی خوبصورت خوب سیرت شرمدار شریک سفر عطا کرنے کا احسان مانا۔ اس دوران دلہن بیڈ پر آ چکی تھی۔ مجھے ان کا گھونگٹ اٹھانے کی نوبت نہیں آئی۔ میں بیڈ پر آ کر اس کے سامنے بیٹھ کر اسے بغور دیکھنے لگا۔ اپنی قسمت پر ناز کرنے لگا۔

''کیا دیکھ رہے ہیں......؟ اس نے ایک ادا سے پوچھا۔ میں اسی ادا سے بولا۔

''یہ خواب ہے یا حقیقت......! پہلی ہی نظر میں جب تم نے میرا دل لے لیا اس وقت مجھے یقین نہ تھا میں تمہیں حاصل کر سکوں، اپنی چاہت پروان چڑھاؤں اور تمنا پوری کر سکوں۔ آج اور اس وقت میں خود کو بڑا خوش نصیب جان کر خوشیوں سے سرشار ہوں۔

''سچ پوچھو تو میں بھی آپ کو چاہنے لگی تھی اور آپ کو پانے کی مجھ میں بھی چاہت تھی البتہ میں اس کا اظہار نہ کر سکی۔

''کیوں......! تم نے میرے سامنے اپنی اس چاہت کا اظہار کیوں نہ کیا؟''

''شرم و حیا آڑے آئی......''

''میری پاکیزہ......! مجھے تمہاری شرم و حیا پر ناز ہے۔! اتنا کہہ کر میں نے ان کے رخسار کا بوسہ لیا جواب میں اس نے میرے گال چوم لئے۔

میں نے ان کے زیورات اور لباس اتارنے میں اس کی مدد کی، اس نے میرے بدن سے میرا لباس اتارنے میں ہاتھ بٹایا۔ ہم دونوں بستر میں آ گئے۔ دو جسم ایک جان ہو گئے۔ ہم نے ایک دوسرے کو پیار بانٹا۔ ہماری سانسیں پھولنے لگیں، ہم دونوں میں گرمی آ گئی۔

میں نے دیکھا اس نے اپنے تکیہ کے نیچے سے کچھ نکالا، میں نے پوچھا تو اس نے ٹال دیا۔ بدلے میں مجھے اپنی بانہوں میں بھینچ لیا......' میرے اندر شک سا پیدا ہو گیا۔

اس نے تکیہ کے نیچے سے کیا نکالا، اس کو اپنی شرم گاہ تک لایا۔

میں ان کے ساتھ انجوائے کرنے لگا، وہ نکتہ عروج کی دعوت دی گئی۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ان کی یہ دعوت قبول کر کے جب میں نے مورچہ سنبھالا تو میں نے ان کی شرم گاہ کے پاس سفید چادر پر سرخ داغ دیکھا۔۔ مجھے جھٹکا سا لگا۔ یہ سفید چادر پر سرخ داغ نہیں بلکہ ان کی پاکیزگی پر ایک سیاہ دھبہ تھا ان کی عصمت لٹنے کا عندیہ تھا۔ میری تمنا اور چاہت کا محل ملبے کا ڈھیر بن گیا۔ میں بستر سے نکل کر اور بیڈ سے اُتر کر پچھتانے بیٹھ گیا۔

☆☆☆

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کس سے کہیں، کیسے کہیں کون سنے گا
بدبو کو سونگھ کر کون یہاں سے گزرے گا

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

جانور

پورے علاقے میں یہ خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی، ہر سُننے والے کو اس خبر نے جھنجھوڑ کر رکھ دیا، کوئی کوئی ششدر رہوا، کوئی کوئی دم بخود ہوا ہر جانب افسوس کا اظہار رہوا، کسی نہ کسی نے اپنی انگلی دانتوں تلے دبا کر اظہار حیرت و استعجاب کیا؛ قریب قریب ہر جانب سے دُکھ و درد آشکار رہوا، حالات اور واقعات کو کلجگ کے ساتھ تعبیر کیا گیا۔

نوری نامی ایک بالغ لڑکی کی گود میں نوزائد بچے کے بارے میں ان سے باز پُرس ہوئی، اگر تمہاری ابھی شادی نہیں ہوئی، کسی مرد سے تمہارا بیاہ نہ ہوا تو تمہاری گود میں جو یہ بچہ ہے یہ کس کا ہے۔

کافی دباؤ کے باوجود بھی نوری نے زبان نہیں کھولی؛

یہ نوری کون ہے، یہ کس کی بیٹی ہے اور یہ کس گھرانے سے تعلق رکھتی ہے تو یہ ساری کہانی اس طرح سامنے آئی۔

اشرف وانی کی اکلوتی بیٹی نوری اور وہ بھی بن ماں کی، اُس وقت نوری سولہ سال کی تھی جب ان کے سر سے ماں کا سایہ اٹھ گیا۔ اپنے باپ نے اسے باپ اور ماں بنکر پالا، اشرف وانی نے ودسری شادی نہیں کی، جواز یہ دیا اس عمر میں بیٹی کو سوتیلی ماں کے ہاتھوں میں

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

نہیں دے سکتا، انہوں نے سوتیلی ماں کا تصور لے کر دوسری شادی کرنے سے صاف انکار کیا، یہ جان کر اور مان کر کہ ہر سوتیلی ماں ظالم نہیں ہوتی، اس نے دوسری شادی کا ارادہ ترک کیا، اشرف وانی اپنی بیوی ساجدہ کے اچانک وفات پانے سے ٹوٹ گیا۔ دل خستہ ہوا۔ غم زدہ لاچار اور مجبور ہوا، وہ اس سوچ میں پڑ گیا، اکلوتی کم سن بیٹی کو لیکر گھر کیسے چلائے گا۔ ملازمت انجام کیسے دے گا۔ اری گیشن ڈیپارٹمنٹ کے افسر کی گاڑی کا ڈرائیور ہونے کے ناطے اسے اکثر گھر آنے میں دیر ہو جاتی۔ اب میرے دیر سے گھر آنے تک بیٹی کیسے رہ پائے گی۔ اس اکیلے پن اور تنہائی میں اس کا دن کیسے گزارے گا۔ بیٹی اس آزمائش میں کیسے پورا اُتر سکے گی؟ یہ ایسے سوالات تھے جو اشرف وانی خود سے کر رہا ہے۔ اس کا انہیں کوئی معقول اور تسلی بخش جو اب نہیں مل سکا۔

اشرف وانی والدین اور بہن بھائی ہونے کے باوجود اکیلا بیوی بچی کے ساتھ بود و باش کرنے کے فیصلے پر اب ضرور پچھتایا، البتہ اب سارے راستے بند پا کر اپنا الگ گھر بسانے پر خود کو کوسنے لگا، اشرف وانی اپنی شادی بیاہ کے دوسرے ہی سال جب اس کی پہلی بچی تولد ہوئی، ساس بہو کے جھگڑے میں تیش میں آ کر گھر بار اور والدین کے ساتھ ترک تعلقات کر کے اس نے اپنا الگ گھر بسایا۔ والدین کے ساتھ ان کے دو بھائی اور دو بہنیں تھیں، والد کے ساتھ خود کفالت میں والد کا ہاتھ بٹا رہا تھا۔ اس نے سارا کچھ تیاگ دیا۔ اب اس مقام پر پہنچ کر پچھتانے لگا کیونکہ دوبارہ واپس گھر جانے کے راستے بند ہو چکے ہیں۔ ان کے والدین فوت ہو چکے ہیں۔ دو بہنوں کی شادی ہو چکی وہ اپنا گھر بسا رہی ہیں دو بھائیوں نے آبائی مکان بیچ کر الگ الگ سکونت اختیار کر لی ہے چونکہ والد نے اشرف وانی کو اپنی جائیداد سے عاق کیا تھا۔ وہ اپنے حصے سے محروم ہوا ہے۔ ساس بہو کے جھگڑے پر اشرف وانی کا اپنے بوڑھے والدین اور بہن بھائیوں کو بے سہارا چھوڑ جانا، اپنوں کے ساتھ ہمسایوں نے مورد الزام ٹھہرایا، البتہ وہ اپنے اس فیصلے سے پیچھے ہٹنے کے لئے تیار نہ ہوا، اس پر ان کے تمام رشتے داروں اور ہمسایوں نے ان کے ساتھ تعلقات منقطع کر دئے۔ ان کے ساتھ کوئی لین دین اور آؤ جاؤ نہیں رکھا، اشرف وانی پہلے مرحلے میں اپنی بیوی اور معصوم بچی کو لیکر سسرال

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

آ گئے ،البتہ یہاں الگ چولہا چالو کیا۔کوئی چار سال تک سسرال میں قیام کے بعد انہوں نے اسی محلے میں ایک پرانا مکان خرید لیا، بیوی بچے کے ساتھ بود و باش اختیار کر لی۔اشرف وانی صبح سویرے ڈیوٹی پر جاتا اس کی بیوی ساجدہ معصوم بچی کو پالنے کے ساتھ گھر کی گاڑی چلانے لگی۔اس کا تعلق اپنے اس گھر تک محدود رہا۔کیونکہ سارے پاس پڑوسی انجانے تھے۔ان کے ساتھ ساجدہ کا کوئی میل جول نہ تھا۔

اشرف وانی کا یہ معمول رہا وہ صبح کو گھر سے نکلتا شام گئے واپس آجاتا، اکثر اتوار اور چھٹی کے روز بھی اسے باس کے ساتھ رہنا پڑتا، کیونکہ چھٹی کوئی بھی ہو، باس اس روز کلب جا کر اپنے یار دوستوں کے ساتھ دن گزارتا۔

وقت گزرتا گیا......گاڑی کا پہیہ چلتا رہا۔ وقت کے ساتھ زمانہ تبدیل ہوتا گیا۔ اشرف وانی سے ساجدہ بانو کی کوئی اور اولاد نہ ہو سکی۔دونوں میاں بیوی اسی کو پال پوس کر اور اسے زیور تعلیم سے آراستہ کرتے رہے۔نوری نے نرسری سے لے کر نویں جماعت تک تعلیم حاصل کر لی، دسویں کی تعلیم جاری رکھنے کے لئے اس نے ہائر سکنڈری اسکول میں داخلہ لیا، اس ہائر سکنڈری اسکول میں داخلہ لئے ابھی ایک مہینہ بھی پورا نہیں ہوا تھا کہ ان کی والدہ اچانک ہارٹ اٹیک کا شکار ہو کر دم توڑ گئی، وہ زندگی کی جنگ ہار گئی۔ساجدہ کے اچانک رحلت پانے سے گھر کا سارا نظام تتر بتر ہو گیا۔سارا کچھ تغیر تبدیل ہوا، معمولات زندگی درہم برہم ہوئی۔ جوانی کی دہلیز پر کھڑی ہونے والی نوری پر گھر کا سارا بوجھ پڑ گیا۔

نوری نے حوصلہ بحال رکھا، خود کو حالات کے سپرد کیا، اس نے دیر سے بستر سے اٹھنے میں تبدیلی لائی، وقت پر صبح کا ناشتہ تیار کیا، اپنے مقرر وقت پر باپ کے لئے لنچ کا ٹفن بکس تیار رکھا، اور وقت پر ڈیوٹی پر جانے کے لئے اپنی والدہ کی طرح والد کو رخصت کیا۔اس کے بعد نوری خلاف معمول گھر پر تالا لگا کر سکول روانہ ہو گئی۔زندگی میں پہلی بار اسے اپنے گھر پر تالا لگا کر گھر سے سکول جانا پڑا۔البتہ ماں کی اچانک جدائی کا روگ اپنے اندر پال کر وہ دھیان سے نہ تعلیم حاصل کر سکی نہ ہی وہ کتابیں کھول کر سبق حاصل کر سکی، وہ اکثر اوقات نوٹ بک پر لکیریں کھینچتی رہی، اسکول سے واپس آ کر راستے میں گھریلو سامان کے ساتھ دودھ سبزی

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اور روٹی لا کر وہ جب گھر کا تالا کھو کر اندر آ جاتی، تو سارا کچھ بھول کر شام کا کھانا تیار کرنے میں لگ جاتی، اس دوران اسے ماں کی یاد کچھ زیادہ ہی آ جاتی، کچن کا سامان، اور اس کے در و دیوار اسے کاٹ کھانے کو آتے، اس پر وہ اندر سے روتی اور باہر سے گھر کے کام جاری رکھتی، پورا ایک سال بالکل اسی طرح گزر گیا۔ نوری ہائر سکنڈری کا پہلا سال پاس نہ کر سکی۔ اس پر اسے تعلیم جاری رکھنے میں ذرہ بھی دل نہ لگا۔ ہاں: پورے دن گھر پر اکیلا اور تنہا رہنے کا خوف اس کو ضرور ڈسنے لگا۔ باپ کا ساتھ اسے صبح ایک گھنٹہ اور شام ایک گھنٹہ میسر رہتا، البتہ چھٹی کے روز دونوں باپ بیٹی دوپہر کا کھانا ایک ساتھ کھاتے اس کے بعد والد اپنے باس کی ہدایات پر عمل کر کے ان کی کوٹھی پر حاضر ہو جاتے، حسب معمول باپ بیٹی کے درمیان صبح ایک گھنٹہ اور رات ایک گھنٹہ آپس میں بات کرتے صلح مشورہ کرنے اور گھر کی گاڑی چلانے پر تبادلہ خیالات تک محدود رہتا۔ صبح سویرے جب والد ڈیوٹی پر چلے جاتے تو نوری خود کو گھر کے کام کاج میں مصروف رکھتی، جو کام منٹوں میں ختم ہو جائے اُن پر ضرورت سے زیادہ وقت صرف کرتی، گھریلو کام سے فارغ ہوتے ہی اس گھر کے در و دیوار اس کو کاٹ کھانے کو آتے، بظاہر وہ خود کو مصروف رکھ رہی تھی البتہ کب تک ......، اس کا خالی وقت اس کے لئے سوہان روح ہوتا۔ پورا دن اسے ماں کی یادیں ان کی حرکات و سکنات اُن کے بول یاد آتے، ان کا سلسلہ شام گئے تب تک جاری رہتا جب تک ان کا والد ڈیوٹی سے واپس آ جاتا۔ اس طرح دونوں باپ بیٹی کا تب تک ساتھ رہتا جب تک رات کا کھانا کھانے کے بعد دونوں اپنے اپنے کمروں میں سونے کے لئے جاتے۔

وقت کا پہیہ چلتا رہا۔ لگ بھگ پانچ سال اسی طرح بیت گئے، نوری سن بلوغ کراس کرنے لگی، اس پہ غم زدہ زندگی کے باوجود جوانی کا اُبھار واضح ہو گیا۔ اس کے لئے شادی بیاہ کے رشتے آنے لگے۔ اشرف وانی نے کہیں بھی اور کبھی بھی رشتے کی قبولیت میں حامی نہیں بھری، اشرف وانی نے ان حالات میں بھی دوسری شادی کا ارادہ نہیں کیا، اب جب اس کی اکلوتی بیٹی اپنے پیا کے گھر جائے گی تو وہ اکیلا اور تنہا رہ جائے گا۔

اتنی دور جا کر اب وہ دوسری شادی نہیں کر سکتا، یہ گھر کیسے چلے گا۔ یہ گھر تو ایک طرح

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

سے خالی ہو جائے گا۔ البتہ گھر خالی رہنے کا مسئلہ لے کر باپ اپنی جوان بیٹی کی خواہش توڑ نہیں سکتا، وہ جوان بیٹی کی تمنا ارمان نہیں بنا سکتا، وہ اس کی چاہت کا گلا گھونٹ نہیں سکتا، یہ گھر کیسے چلے گا۔ وہ اس کے اندر پنپنے والے سیکس کے ساتھ کھلواڑ نہیں کر سکتا، وہ ایک بالغ جوان لڑکی کا اُن کا مستقبل داؤ پر لگا نہیں سکتا، ایک باپ اپنی گھریلو ضروریات کے لئے بالغ بیٹی کا شادی بیاہ کا بندھن توڑ نہیں سکتا۔

اشرف وانی کو رشتے لانے والے درمیانہ داروں نے بہت سمجھایا، اس کے باوجود بھی وہ کہیں بھی نوری کا بیاہ رچانے کے لئے تیار نہیں ہوا'

نوری کی یہ بالکل سمجھ نہ آئی' باپ میری شادی بیاہ کا معاملہ کیوں ٹال رہا ہے۔ اب اگر اس میں ان کے اکیلے تنہا ہونے کا خدشہ ہے تو گھر داماد سے منکر کیوں ہے۔ ''اس'' کیوں؟ کے جواب پانے میں مدتوں گزر گئے۔ اشرف وانی ملازمت سے ریٹائر ہو گئے۔ اسے خلاف توقع ڈھیر ساری دولت ملی۔ سب سے بڑی بات ہوئی اس کو اب گھر پر رہنے کا موقعہ ملا، اور اس نے زندگی کی نئی شروعات کی، اس نے اپنے ساتھ بیٹی کے لباس میں تبدیلی لائی، غذائی اجناس میں نمایاں تبدیلی لائی، مرغن غذاؤں کا لگاتار استعمال کیا۔ ایک بڑی تبدیلی یہ لائی کہ اس نے اپنی جوان بیٹی کو اپنے کمرے میں بستر لگا کر رات کو سونے کی ہدایات دیں۔ جب اس پر عمل ہوا تو ایک روز رات کو نوری کو اپنے بستر پر بلا کر اس کا سر دبانے کو کہا۔ یہ جواز بتایا اس کے سر میں درد ہو رہا ہے۔

ایک روز شام کو باپ نے بیٹی سے پورے بدن کی مالش کروائی۔ بالآخر ایک روز صبح کی چائے نوش کرنے کے دوران پہلے ہکلایا اور پھر لہجہ تبدیل کر کے بولا۔

''نوری! میں تم سے ایک مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔''

آج زندگی میں پہلی بار باپ نے بیٹی کے بجائے نوری کہہ کر مخاطب ہوا، قبل اس کے کہ نوری مشورہ کے بارے میں پوچھ لیتی، باپ خود ہی بولا۔

''مجھے تمہاری شادی بیاہ کے پیغامات مل رہے ہیں۔ میں ہر ایک کے سامنے انکار کرتا ہوں یہ جان کر کہ جہاں کہیں تمہاری شادی ہوگی، وہاں تمہیں ساس کے چر کے سہنے پڑیں گے،

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

تمہارا وہاں قافیہ تنگ ہوگا۔ تمہاری آزاد زندگی پر قدغن لگے گی، تمہیں اپنی مرضی سے جینے نہیں دیا جائے گا...... بجائے اس کے تم دوسروں کے ہاتھ لگ کر اپنی زندگی خراب کرو، تم یہیں میرے ساتھ رہو......' میں عمر میں تم سے بڑا ضرور ہوں، البتہ ہم دونوں ایک دوسرے کے مزاج سے بخوبی واقف ہیں، ہم اپنی مرضی کی زندگی گزار سکتے ہیں......' تم سمجھی میں کیا کہہ رہا ہوں؟

''ہاں! میں سمجھ گئی ہوں......' اور خوب سمجھ رہی ہوں۔

''ہم دور کہیں جا کر اپنا الگ اور نیا گھر بنائیں گے۔ جہاں ہمارا جانا پہچانا کوئی نہیں ہوگا۔

''گھر نہیں، اصطبل کہو' نوری نے جواب دیا گھروں میں انسان رہتے ہیں اور اصطبل میں جانور' جانوروں کو رشتے ناطے کا نہ لحاظ رہتا ہے اور نہ ہی وہ جانتے خونی رشتہ کیا ہے جانوروں کو گناہ اور ثواب کے ساتھ کوئی لین دین نہیں۔ کوئی واسطہ نہیں۔''

جانور اور انسان کے درمیان اس قدرتی تفاوت کا ایک سال بیت گیا۔ آج نوری کی گود میں نوزائد بچہ دیکھ کر جب ان پر دباؤ بڑا' بتاؤ اس پہ کس کی پیداوار ہے اس کا باپ کون ہے۔ نوری نے بے ساختہ جواب دیا۔

''اس کا باپ' میرا باپ ہے۔

(ایک اخباری خبر سے استفادہ)

☆☆☆

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

خوش نصیب وہ کتے ہیں جو کوٹھیوں میں پلتے ہیں
بدنصیب ہم انسان ہیں جو دلدل میں بستے ہیں

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

میری بیوی کا پتی!

وادیٔ کشمیر کی راجدھانی سری نگر کے جھیل ڈل کے کنارے بلیوارڈ کی پٹری پر وہ خراماں ایسی چل رہی تھی گویا وہ ٹائم پاس کر رہی ہے۔اس کی نگاہیں جھیل ڈل کے سینے پر تھرکتے ہوئے ان شکاروں پر مرکوز تھیں۔جن شکاروں میں سیلانی اس جھیل ڈل کی سیر کر رہے ہیں۔ان شکاروں کے پچھلے سرے پر شکارابان چپو چلا رہے ہیں ان کے چپو چلانے سے پانی میں جو ارتعاش پیدا ہو رہے ہیں وہ نسرین کیلئے دلفریب نظارہ ہے اس نظارہ سے لطف اندوز ہو کر وہ دھیرے دھیرے چل کر پہلے گھاٹ سے نکل کر اب دوسرے گھاٹ سے بھی آگے نکل رہی ہے۔ غالباً اس نے کچھ دیر کے لئے بنڈ پر بیٹھنے کا ارادہ کر لیا۔البتہ بنڈ پر بیٹھ کر اس نے ڈل کی طرف پشت کر لی اور مقامی لوگوں کے ساتھ سیلانیوں کے آون جاون کو دیکھنے لگی، سڑک پر کاریں اور گاڑیوں کے ساتھ بائیک اور سکوٹر دوڑ رہے ہیں۔ایک چہل پہل کا سماں ہے۔ایک کار دوڑتی ہوئی اوپر سے آئی اور کچھ دور جا کر یہ کار رک گئی اور پھر وہ کار ریورس میں چل کر قریب آ کر رک گئی۔کار سے ایک جوان مرد اُتر کر پٹری پر آیا اور نسرین کی طرف غور سے دیکھ کر بولا...... "تم نسرین جان ہو نا......؟ نسرین بنڈ سے اُتر کر کھڑی ہو گئی اور جوان مرد پر نظریں ڈال کر بولی۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''تم طاہر شاہ......:''

''ہاں: میں تمہارا طاہر شاہ ہوں......،

دونوں ایک دوسرے پر اپنی نگاہیں مرکوز کرتے یادوں کو تازہ کرنے لگے۔ دونوں ایک دوسرے کو ٹکٹکی باندھے دیکھنے لگے۔ دونوں کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ چہروں سے ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ خلاف توقع اس ملاقات پر دونوں حیران ہوئے۔

برسوں کے بعد سرینگر میں جھیل ڈل کے کنارے ان کی ملاقات ایک اتفاق کے ساتھ ایک عجوبہ ہے اور خلاف توقع بھی۔

''نسرین......تم یہاں اکیلی......

''نہیں میرے ساتھ میرا پتی ہے۔ وہ ادھر شہنشاہ ہوٹل میں ایک کمرے میں بیٹھا افسانہ ''لکھ رہا ہے'' اچھا ہوٹل شہنشاہ......، جو ہوٹل کے ساتھ دبستان ادب بھی ہے۔ اس ہوٹل کا مالک قد آور اور موٹا ہے.........، اور اُن کا نام......کچھ ایسا ہے......!'' نسرین نے بات کاٹ لی۔

''میں بتاتی ہوں...... ''وحشی سعید!، البتہ وہ قطعاً وحشی نہیں بلکہ سراپا سعید ہیں جسمانی طور موٹا لگتا ضرور ہے البتہ اس کے اندر ادب کا ذخیرہ ہے۔ ایک ادبی میگزین ''نگینہ۔۔'' کا مالک اور ایڈیٹر کے ساتھ افسانہ نگار اور ناول نگار ہے......' انہوں نے میرے پتی کی ادبی خدمات کو لے کر اپنا گیسٹ بنا رکھا ہے۔

''اس کا مطلب ہے تم ملک کے ایک نامور ادیب کی بیوی کے ناطے ایک گیسٹ کا اعزاز حاصل کر رہی ہو!

''ایک بات تو ماننا پڑے گی، ہم جہاں بھی جاتے ہیں بحیثیت نامور ادیب کے میرے پتی کی بڑی عزت اور قدر شناسی ہوتی ہے......، سچ پوچھو تو ایک نامور افسانہ نگار کی بیوی بنکر میں بھی......' طاہر نے اس کی بات کاٹ دی،

''افسانہ نگار بنی ہو!''

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''نہیں افسانہ نگار نہیں بلکہ ایک افسانہ بن گئی ہوں' کیونکہ جب وہ کوئی افسانہ لکھ کر مکمل کر لیتا ہے تو اشاعت سے پہلے مجھ کو پڑھ کر سُنا تا ہے۔ ہاں ! ناول لکھ کر پڑھنے کو دیتا ہے۔''

''الطاف راہیؔ کا تمہارے ساتھ کیسا برتاؤ ہے۔

''برتاؤ اچھا ہے۔ البتہ بور آدمی ہے۔ زاہد خشک بھی کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا۔ لکھنا پڑھنا ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ اس وقت بھی جب ہم کشمیر کی سیر کو آئے ہیں وہ وحشی سعید کی فرمائش پر ان کے ادبی میگزین نگینہ'' کے لئے کہانی لکھنے بیٹھ گئے ہیں۔ جبکہ آج ہمارا پہلگام جانے کا پروگرام ہے۔

''میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے انہوں نے اپنے نام کے ساتھ وحشی کیوں جوڑ رکھا ہے۔ جبکہ وہ نہایت ہی حلیم، شریف ملنسار ہے۔''

میرے الطاف راہیؔ کا بھی ان سے یہ شکوہ ہے اور الطاف راہیؔ کا کہنا ہے وحشی سعید ہر ماہ دو بچوں اور ہر سال دو بڑوں کو جنم دیتا ہے۔ جو ایک ریکارڈ ہے!

''کیا ایک مرد ہو کر وہ بچے جنتا ہے؟

''میرا مطلب ہے وہ ہر مہینے دو افسانے اور ہر سال دو ناول منظر عام پر لاتا ہے۔ بڑا زود نویس ہے......' تم نے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا'' یہاں کشمیر میں کیا کر رہے ہو؟

''میں بیوی بچوں کے ساتھ سیر کو آیا ہوں۔ میری بیوی بچے پہلگام کے ایک ہوٹل میں قیام پذیر ہیں۔ مجھے آج کشمیر یونیورسٹی میں لیکچر دینا تھا۔ حضرت بل سے شالیمار کی طرف گیا اور اب گگربل کی طرف آ کر واپس پہلگام جا رہا ہوں۔

''مجھ پر نظر پڑی تو رک گئے۔ مگر کیوں......؟

''یہ دیکھنے کہ میری نظر نے دھوکہ تو نہیں کھایا......' تم بالکل نہیں بدلی ہو؟

''ہماری جدائی کو چار سال ہو گئے؟

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''چار نہیں پانچ سال دو مہینے اور......؛ اور ہاں سات دن۔

''اس کا مطلب ہے تم ہماری جدائی کا ایک ایک پل گن رہے ہو......؟

''نسرین......: اگر تم نے میرا انتظام کیا ہوتا تو آج ہم میاں بیوی بنکر یہاں اکھٹے سیر کو آجاتے!

''جب تم دو سال کے لئے لندن گئے، اُس وقت میں نے تم سے کہا تھا، مجھے بھی ساتھ لے چلو!''

''مجھے لندن ہنی مون منانے نہیں جانا تھا مجھے اپنی تھیسس مکمل کرنا تھی۔ میں نے تم سے میرا انتظار کرنے کو کہا تھا۔ تم نے اس دوران شادی کرلی! تم شادی بیاہ کرنے سے انکار کرسکتی تھیں، کیونکہ ہم دونوں نے ملاپ کے دوران میاں بیوی ہونے کا عہد کیا تھا اور پھر نہا دھو کر ایک ساتھ زندگی نبھانے کا وعدہ کیا تھا۔ عمر بھر ایک ساتھ جینے کا اقرار کرلیا تھا۔''

''میں تمہیں کیسے سمجھا سکوں......' میرے ساتھ کیا ہوا؟'

''تم کہہ سکتی میں بغیر نکاح کے شادی شدہ ہوں۔

''کیسے کہہ سکتی......' میرے گھر بار اور خاندان کو بدنامی کا دھبہ نہیں لگتا۔ میرے دیندار والد مولانا انوار الدین کی عزت کو داؤ پر کیسے لگا سکتی، ہاں! اگر تم یہاں ہوتے تو کوئی سبیل نکالی جاتی......' تمہاری غیر موجودگی میں مجھے زہر کا پیالہ پینا پڑا،

''چلو ہم مان لیتے ہیں جو کچھ ہوا اس میں قدرت کی مرضی تھی البتہ ہم میاں بیوی نہ سہی یار دوست بنکر تو رہ سکتے ہیں۔

نسرین نے زبان سے کچھ نہیں کہا البتہ سر جھکا کر اقرار کرلیا۔

''کیا تم مجھے اپنے پتی ورتا سے ملاؤ گی......؟''

''اگر وہ پوچھے گا۔ یہ کون ہے۔ اسے تم کیسے اور کہاں جانتی ہو تو............

''ہاں! یہ بات تو ہے۔ البتہ......! میں ان سے بتاؤں گا۔ میں نے سنا ہمارے ملک کا نامور ادیب ہوٹل شہنشاہ میں ٹھہرا ہے۔ لہٰذا میں آپ کے نیاز حاصل کرنے حاضر ہوا ہوں۔ وہ

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

رونا دھونا آہ و زاری اور گریہ زاری کا سماں
کیوں دنیا میں یہ ریت رہی ہے کیسا ہے یہ سماں

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اسے ایک اعزاز سمجھیں گے۔

ہاں! یہ ٹھیک ہے..... چلئے!''

دونوں کار میں بیٹھ کر ہوٹل شہنشاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اس ہوٹل یا دبستان ادب کے روم نمبر ۲۱۰ کا دروازہ آدھا کھلا تھا۔ جونہی نسرین جان اور طاہر شاہ اندر آئے۔ تو ان کی طرف دیکھے بنا الطاف راہی کے منہ سے نکلا...... ''میری بیوی کا پتی!''

اس ڈائلاگ کو سُن کر طاہر کے ساتھ نسرین دھک سے رہ گئے۔ الطاف راہی کو نسرین جان کے ساتھ اجنبی پر نظر پڑی تو طاہر شاہ نے آداب بجالایا اور راہی صاحب کے پاس آکر ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اسے چوم لیا اور بتایا۔

''میں نے سنا' آپ یہاں اس ہوٹل میں تشریف رکھتے ہیں۔ کونٹر پر آپ کے روم کا نمبر معلوم کیا تو وہاں آپ کی مسز نے مجھے آپ سے ملانے کا ساتھ نبھایا۔

''آپ کی تعریف' کہاں رہتے ہیں۔ کیا آپ میری کہانیاں پڑھتے ہیں۔

میں یو پی کے بجنور شہر میں رہتا ہوں۔ وہیں ایک کالج میں پروفیسر کا جاب ملا! آپ کو چند سال پہلے پڑھا ہے۔ دو سال تک باہر رہنے کے بعد جب واپس آیا تو ملک بھر میں وبائی بیماری کے کارن پڑھنا لکھنا کیا اور دوسرے سے ملنے ملانے سے روک دیا!''

''ہاں..........: اس موزی بیماری نے اپنوں کو اپنوں سے جدا کیا۔ اب کچھ حالات سدھر گئے تو ہم نے نئی زندگی گزارنے کے لئے ماضی کو بھلا دیا''..........طاہر شاہ نے جواب دیا۔

''ہم بھی دس دنوں کی چھٹیاں لے کر کشمیر آئے ہیں......اور ہمارا قیام پہلگام میں ہے۔

اس پر راہی بولا ''ہمارا بھی پہلگام جانے کا شیڈول ہے۔ کل جانے کا پروگرام بنائیں گے۔

''آج ہی اس وقت ہمارے ساتھ چلئے، میرے پاس اپنی گاڑی ہے۔ اس میں چلیں گے اچھا ساتھ رہے گا۔'' شاہ کی اس پیشکش پر راہی نے بتایا۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''زہے نصیب' آپ کی اپنی گاڑی ہے تو سفر آسانی سے کٹے گا۔''

''تو کیجئے تیاری.....' میں باہر پارکنگ میں انتظار کروں گا.....' اور ہاں مجھے یہ بتایئے جب میں آپ کی مسز کے ساتھ اس کمرے میں آیا تو آپ کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا......

''میری بیوی کا پتی.....؟ کیا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ جب میں نے یہ کہانی مکمل کر لی اور اس کا کلائمکس بھی مکمل ہوا تو اس کہانی کا کیا عنوان ہوگا۔ اس پر مجھے کافی مغزماری کرنا پڑی۔ کئی عنوانات ذہن میں آئے مگر موزوں عنوان نہیں ملا۔ اچانک ''میری بیوی کا پتی'' ذہن میں آیا تو اسے منہ سے دہرایا۔! یہ کہانی بڑی دلچسپ ہے۔ پہلگام جاتے ہوئے راستے میں پڑھکر سناؤں گا۔

شہنشاہ ہوٹل کی پارکنگ میں طاہر شاہ نے نامور ادیب الطاف راہیؔ کو فرنٹ سیٹ پر بٹھایا' ان کی بیوی نسرین جان کو پچھلی سیٹ پر بٹھایا۔ ان کی اٹیچی اور ایک بیگ ڈکی میں رکھ کر اپنی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ گاڑی کو ڈلگیٹ کی طرف موڑ دیا...... بائی پاس تک آکر ان تینوں کے درمیان صرف گپ شپ رہی البتہ جب گاڑی چار لائن والی کھلی سڑک پر دوڑ نے لگی، تو الطاف راہیؔ نے بریف کیس سے کاغذات نکال کر پہلے ان کو تہہ کر لیا اور پھر بولا۔

''یہ کہانی جو آج میں نے لکھی' یہ وحشی سعید صاحب کی فرمائش پر اُن کے ادبی میگزین ''نگینہ'' کے لئے لکھی ہے۔ میں اس کو پڑھ کر سناتا ہوں.....نسرین جان تم بھی اس کو سن لینا تاکہ بعد میں مجھے دوبارہ تمہیں سنانا نا پڑے۔''

میری اس کہانی کا عنوان ہے.....'' میری بیوی کا پتی!

اور اس کہانی کا مین کریکٹر یعنی ہیرو ایک کالج کا پروفیسر ہے۔ اس کا نام طاہر خان ہے۔

''مگر میرا نام طاہر خان نہیں بلکہ طاہر شاہ ہے۔

''میں نے آپ کا نام نہیں پوچھا۔ اپنی کہانی کے مین کریکٹر کا نام بتایا......: میں آگے بڑھتا ہوں۔ دوران تعلیم طاہر خان کو ایک لڑکی کے ساتھ پیار ہو جاتا ہے۔ دونوں کے درمیان

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

یہ پیار و محبت عروج پا کر حدود پار کر جاتا ہے۔ دونوں زندگی بھر ساتھ نبھانے کا عہد کرتے ہیں۔ ایک ساتھ جینے کا وعدہ کرتے ہیں۔ البتہ دونوں کا شادی بیاہ کے بندھن میں آنے سے قبل طاہر خان کو مزید تعلیم جاری رکھنے کے لئے بیرون ملک جانا پڑا۔ اُن کی محبوبہ طاہر خان کو اپنے ساتھ لے جانے کی استدعا کرتی ہے۔ لیکن یہ بیل سنڈھے نہیں چڑھ سکی طاہر خان کے بیرون ملک جانے کے بعد محبوبہ نہ عہد پر قائم رہ سکی اور نہ ہی وعدہ نبھاہ سکی۔ اس نے کسی اور کے ساتھ بیاہ رچا کر پیار و محبت بھینٹ چڑھا دی۔

نسرین جان نے ایک دم لقمہ دیا۔

''یہ سب جھوٹ ہے۔ بہتان ہے۔ یہ غلط الزام ہے۔

نسرین جان کی زبانی ایسا سنکر الطاف راہی ہکا بکا ہوا' اور بولا۔

''تم یہ کیا کہہ رہی ہو' تم نے میری کہانی کو اپنی طرف کیوں لیا......؟''

''تم نے لڑکی پر غلط اور بے بنیاد الزام کیوں لگایا۔

''بخدا......! یہ کہانی سنا کر میں تم سے مخاطب نہیں ہوں۔ میں حلفیہ کہتا ہوں میں تم سے مخاطب نہیں ہوں۔ البتہ تمہارا اس میں مداخلت سے صاف ظاہر ہوا......' تمہارے اندر چور ہے......اور یہ چور باہر آیا ہے۔''

تم نے اس کہانی کے ساتھ خود کو جوڑ کر مجھے اپنی اصلیت دکھا دی' تم میری نظروں سے گر گئی ہو' تم اب میرے قابل نہیں رہی ہو۔

''طاہر......سُنا تم نے یہ کیا کہہ رہا ہے۔ نسرین طاہر سے مخاطب ہوئی۔ اب ''یہ مجھے ضرور جان سے مارے گا۔

''نہیں......' ایسی نوبت نہیں آئے گی۔ میں اس کا بندوبست کرتا ہوں۔

سڑک کے کنارے ایک شخص اوندھے منہ گر پڑا تھا۔ دور سے ایک راہ گیر کی نظر اس پر پڑی تو وہ دوڑ کر آیا اور سڑک پر پڑے شخص کو سہلا کر اپنی گود میں لیا اور پوچھا۔

''آپ کو چوٹ تو نہیں آئی......' میں نے دور سے دیکھا آپ کو گاڑی کی کھڑکی سے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

باہر پھینک دیا گیا......کون تھا وہ......

''وہ......' میری بیوی کا پتی''۔ میری کہانی کا مین کریکٹر وہی تھا اس نے میری زندگی کی کہانی کا کلائمکس بدل کر رکھ دیا۔ میں اکیلا رہ گیا۔ بس تم مجھ پر ایک احسان کرو مجھے سرینگر میں ہوٹل شہنشاہ تک پہنچا دو۔ اے اجنبی تم مجھے دبستانِ ادب پہنچا دو تاکہ میں یہ کہانی ایڈیٹر کے حوالہ کر سکوں! اس کہانی نے میری زندگی کی دھارا بدل کر رکھ دی ہے۔

☆☆☆

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

بھوکی سوئیں ہیں، پر نیند بڑی میٹھی ہے
معصوم سی ہماری یہ زندگی پر بڑی تیکھی ہے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

مماثلت

رات کا اس وقت ایک بج رہا ہے۔ مجھے حجلہ عروصی میں جانے کا اشارہ کیا گیا' میں نے ایک طرح سے اس اشارے کو نظر انداز کیا حالانکہ میں دن بھر مہمانوں کے ساتھ مصروف ہو کر شام ہونے کا آرزومند ہوں۔ آج میری سہاگ رات ہے اور اس رات کی جو اہمیت ہے وہ کسی اور رات میں ہے نہ اور کسی دن میں' سچ تو یہ ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت کی یہ ملاپ کی رات انسانی زندگی میں نصیب کی رات ہے ایک غیر مرد ایک غیر عورت کے ساتھ ایک ایسے رشتے میں بندھ جاتا ہے جس کا دوسرا نام قربت ہے۔ اس قربت میں پیار اور محبت شامل ہے۔ دونوں طرف کی یہ قربت جن کو ملے ان کو نصیب والا کہا جائے گا۔

مجھے دوبارہ حجلۂ عروصی میں جانے کا اشارہ کرنے کے بجائے میرے دونوں بازو پکڑ کر کھڑا کیا گیا اور پھر اوپر لیجا کر حجلۂ عروصی میں ایک طرح سے دھکیل کر اندر بھیجا گیا' اس کارروائی میں میرے یار دوستوں کے ساتھ میری دو شادی شدہ بہنیں شامل ہیں...... مجھے اندر دھکیل کر دروازہ بند کیا گیا تو میں نے اندر سے خود دروازے کی چٹخنی چڑھائی، جونہی میں مڑ گیا میری نظر سجے سجائے اُس بیڈ پر پڑی جس پر گھونگھٹ میں دلہن غالباً نئی زندگی کی شروعات کا انتظار کر رہی ہے۔ یقیناً آج ہم دونوں کا زندگی میں نیا جنم ہے۔ میں نے جونہی اپنے ڈگمگائے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

قدم بیڈ کی طرف بڑھائے مجھے اچانک ساجدہ یاد آ گئی۔

ساجدہ کی جس روز شادی ہوئی اور جس شام کو وہ اپنی کاجل بھری آنکھوں سے آنسو بہا کر میکے جانے کے لئے رخصت لے رہی تھی۔ میں دور کمرے کے ایک کونے میں اپنے آنسو روکنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا ایک کے بعد ایک سے رخصت لینے کے بعد ساجدہ میرے پاس آئی اس نے حالات اور ماحول کی پرواہ کئے بغیر اپنے دائیں ہاتھ سے میرا گریبان پکڑا مجھ پر خونی نظر ڈالی اور زخمی آواز میں بولی۔

''بزدل کہیں کا......' شرافت کا لبادہ اوڑھ کر میری چاہت کا گلہ گھونٹا میرے بڑے بھائی کے ساتھ دوستی کی لاج رکھی۔ میری محبت تاراج کی' کتنے کٹھور نکلے تم......' میں زندگی بھر تمہیں معاف نہیں کروں گی......! نہ جانے ساجدہ مجھے اور کیا کچھ کہہ دیتی انہیں پکڑ کر ایک طرح سے کھینچا گیا اور اپنے ساتھ لے کر وہاں تک لایا گیا جہاں پر ان کا دولہا انہیں اپنے ساتھ لے جانے کا انتظار کر رہا تھا۔ ساجدہ نے جاتے جاتے مجھ سے جو کچھ کہا غالباً وہ میرے سوا کسی اور نے نہیں سنا، کیونکہ اس وقت جملہ خواتین اور لڑکیوں کی طرف سے ان پر رخصتی گیت نچھاور ہو رہے تھے۔ ساجدہ نے یقیناً مجھے زخمی کر کے چھوڑا' میں نے خود کو اس کا مجرم مانا' میں نے اس کے پیار اور محبت کی قدر نہ کی' میں نے اس کی چاہت پروان نہ چڑھائی اس بارے میں اُن کا مجھ پر بزدلی کا طعنہ درست تھا۔ میں نے واقعی ان کے بڑے بھائی محمد علی کے ساتھ دوستی کی لاج رکھ کر ساجدہ کے ساتھ میل ملاپ کو وشواس گھات سے تعبیر کیا' اور امانت کی خیانت مان کر میں ساجدہ کے قریب جانے سے خود کو روکے رکھا۔

محمد علی میرا پڑوسی کے ساتھ کلاس فیلو رہا۔ ہماری آپس کی دوستی کے ساتھ گھریلو تعلقات بھی تھے۔ دونوں گھرانے ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شامل رہے، خیر و شر کے ساجھے دار بنے' ہمارے ایک دوسرے کے گھر آنے جانے میں ذرا بھی رکاوٹ نہ تھی، میں فرصت کے وقت محمد علی کے ہاں جاتا ان کی دو بہنیں اور دو بھائی تھے۔ والدہ حیات تھی البتہ والد صاحب رحلت فرما چکے تھے۔ ان کی بڑی بہن کی شادی ہو چکی تھی البتہ چھوٹی بہن ساجدہ دو چھوٹے بھائی کنوارے تھے۔ ساجدہ سن بلوغ کو پہنچی تھی' میں جب بھی اور جس وقت بھی ان کے گھر جاتا

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

مجھے گھر کا فرد جیسا مان کر اپنایا جاتا' نہ کوئی پس وپیش نہ کوئی رکاوٹ اور نہ ہی کوئی بناوٹ۔ البتہ میرا اس گھر پر آنے پر ساجدہ کی حالت تبدیل ہو جاتی اس کے چہرے پر سرخ لہر سی دوڑ جاتی' اس کی آنکھیں زبان بن جاتی' وہ خاموش زبان سے میرے تئیں اپنے اندر عشق کا اظہار کرتی' وہ پیار اور محبت نچھاور کرتی' مجھ کو اپنے قریب پا کر اپنے دل کو تھام لیتی' اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو جاتیں' ان کے رخسار سرخ مائل ہو جائیں' وہ میرے ساتھ چھونے کی کوشش کرتی' ان کے چھو جانے کو میں پاور بچ جان کر اس پاور سے بچنے کی کوشش کرتا' میرا جب بھی اس کے ساتھ سامنا ہوتا اس کی حالت دگرگوں ہو جاتی اس کے چہرے پر سرخ رو دوڑ جاتی' اس کے رخسار گلنار ہو جاتے اسکی آنکھیں پیاسی ہو جاتیں؛ میں بخوبی اس کے پیار و محبت کی پیاس محسوس کرتا البتہ اس کی اس پیاس کو بُجھانے کی ہمت نہیں کرتا' میں اس کے بڑے بھائی کے ساتھ دوستی پر حرف لانے سے باز رہتا' محمد علی کے ساتھ دوستی اُن کی چھوٹی بہن کے عشق پر حاوی ہو جاتی ساجدہ کے میرے تئیں پیار اور محبت کو میں جلا بخشنے کے بجائے پرہیز گار بن جاتا' میں دوستی کو ایمان مان کر اس ایمان کی رکھوالی کرتا میں ساجدہ کے پیار کو پیار سے' ساجدہ کی محبت کو محبت سے اور ان کے عشق کو عشق سے جواب دینے کو نمک حرامی جانتا' وشواس گھات مانتا حتیٰ کہ میں اسے گناہ مان کر گنہگاری سے بچنے کی کوشش کرتا' تاکہ دوستی پر آنچ نہ آسکے۔ اس بارے میں شرمیلا کے ساتھ میں بزدل بھی بنا۔

میں اگر چاہتا ساجدہ کے اس یک طرفہ پیار و محبت کو قبول کر کے اس کو شریک حیات بنا سکتا۔ میں اس کی چاہت کو پروان چڑھا سکتا اس کے پیار و محبت کو رشتے میں بدل سکتا ......میں کٹھور کے ساتھ بڑا بزدل بنا' میں نے بے اعتنائی بھر کر اس کو ٹھیس پہنچائی' یہ ٹھیس میں نے اُس روز اور اُس وقت اس کی آنکھوں میں آنسو بن کر لرزتے دیکھی جس روز اُس کا بیاہ ایک بزنس مین کے ساتھ رچایا گیا۔ ساجدہ کے رخصتی آنسو جدائی کے آنسو بن گئے۔ جدائی کے یہ آنسو میری آنکھوں میں بھی عیاں تھے۔ البتہ میں نے خود کو مجرم مان کر ساجدہ کا بزدل کا طعنہ قبول کر لیا۔ یہ طعنہ میرے اندر روگ بن کر رہا۔

آج لگ بھگ تین ماہ کے بعد جب میری بھی شادی ہوئی اور اس وقت مجھے حجلہ عروسی میں ایک طرح سے دھکیلا گیا تو گھونگھٹ میں پڑی دلہن کو دیکھ کر مجھے ساجدہ یاد آئی۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اس کے ساتھ وہ سارا ماجرا یاد آ گیا۔ جو چند سالوں تک درپیش رہا۔ مجھے ایک جھٹکا سا لگا البتہ خود کو سنبھالا۔ میں نے آگے بڑھ کر الماری سے مصلع نکالا اسے روقبلہ بچھایا دو رکعت نماز شکرانے کی ادا کر کے میں اپنی نئی نویلی دلہن کے پاس آیا۔ پھولوں سے لدے اور سجے سجائے بیڈ پر دونوں زانوں تہہ کر کے میں دلہن کے سامنے بیٹھ گیا۔ میں اس کے رخسار دیکھنے کے لئے بیتاب ہوا دونوں ہاتھ اٹھا کر اس کا گھونگھٹ اٹھانے کا ارادہ کیا' لیکن میرے دونوں ہاتھ آگے بڑھنے سے رک گئے' کیوں ......؟ اس کی مجھے خود سمجھ نہ آئی' نہ جانے میرا دل گھبرانے کیوں لگا۔ البتہ خود کو جلدی سنبھالنے کا ارادہ کیا۔ اس کا گھونگھٹ اٹھا کر سرکا دیا۔ دلہن نے میری طرف ایک نظر سے دیکھا اور دونوں پلکیں جھکا دیں' اس ایک نظر میں اس نے بہت کچھ بتا دیا۔ میں نے اس کے ماتھے کو غور سے دیکھا اور پھر اس کے رخسار پر نظریں گاڑ دیں' میں نے اس میں ہزیمت اور ملال دیکھا' اس کے ساتھ مایوسی بھی پائی' میں نے دائیں ہاتھ سے اس کی تھوڑی پکڑی' اس کا چہرہ اوپر اٹھایا۔ اسے کن آنکھوں سے غور سے دیکھا اور آہستہ سے بولا۔ ''ساجدہ! چہرہ ملول سا کیوں ہے۔

میرا نام ساجدہ نہیں آمنہ ہے''

''آؤ ......! آمنہ' میری آمنہ: میری دلہن' میری جیون ساتھی' میری شریک حیات ''ایک ہی سانس میں اتنا کہہ کر میں رک گیا اور لہجہ ذرا سا بدل کر ان سے پوچھا...... ''تمہارے چہرے پر ملال کیوں ہے؟

اس نے زبان سے نہیں اشارے سے بتایا...... ''نہیں کوئی ملال نہیں۔

''لگتا ہے تم نے کوئی چوٹ کھائی ہے۔

''آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں ...... یہ مجھ پر تہمت ہے۔

''تم نے چوٹ کے ساتھ تہمت کیوں جوڑ دی۔ اس سے میرا شک پختہ ہو گیا۔ تم صاف صاف بتاؤ' تم نے کسی سے محبت میں چوٹ کھائی ہے۔ اس نے جواب دینے کے بجائے میری طرف وزدیدہ نظروں سے دیکھا' اس کی آنکھوں میں آنسو کے موتی لرزاں تھے۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس ہاتھ کو اپنے سر پر رکھا اور بتایا' آمنہ ......! تم میرے رشتے میں آئی ہو' تم میری زندگی کی ساتھی ہو' تم نے جو چوٹ کھائی ہے وہ میں نے بھی کھائی' البتہ تم قسم کھا کر اتنا بتا دو'

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اُس نے تمہیں چھوا تو نہیں۔''

''اگر اس نے مجھے چھوا ہوتا تو آج میں آپ کی نہیں اُن کی دلہن ہوتی اُس نے اپنی شرافت دکھا کر پُل کراس نہیں کیا۔ پل کراس ہوا ہوتا تو ہم دونوں میں ملاپ ہوا ہوتا...... وہ بڑا شرمیلا تھا۔ میرے بھائی کے ساتھ دوستی کی لاج رکھ کر اس نے میرا پیار ٹھکرا دیا۔ میری چاہت کا گلا گھونٹ دیا۔ وہ بڑا کٹھور نکلا' بزدل کہیں کا۔ میری محبت کا جواب مجھے بہن بنا کر دیا۔'' میری دلہن ایک ہی سانس میں سارا کچھا اگل گئی لگتا ہے دونوں طرف آگ برابر لگی ہے..... کون تھا وہ؟ میں اُس کو نہیں جانتی تھی...... 'ایک روز باہر دروازے پر دستک ہوئی میں نے باہر آ کر دروازہ کھولا' ایک ہٹا کٹا خوبصورت اور قد آور جوان کو دیکھا میرا دل دھک سے رہ گیا۔ میں اسے ٹکٹکی باندھے دیکھتی رہی' اس نے مجھ سے میرے بھیا کے بارے میں پوچھا۔ میں نے ان کو اندر لا کر بھیا سے ملا دیا۔ میرا بھیا اس کو دیکھ کر اچھل سا پڑا اس نے اس خوبرو جوان کو اپنے گلے سے لگایا دونوں نے ایک دوسرے کو اس طرح گلے سے لگایا گویا وہ برسوں کے بعد آپس میں ملے ہیں۔ دونوں نے ایک دوسرے کو اپنے سینے کے ساتھ زور سے بھینچ لیا۔ پھر دونوں کے درمیان شکوے شکایات ہوئیں دونوں صوفہ پر آمنے سامنے بیٹھ گئے، ان کی آپس کی باتوں سے پتہ چلا۔ دونوں کلاس فیلو رہے ہیں۔ دونوں کا آپس میں دوستانہ رہا، میرے بھیا کو مقامی طور اور اس کے دیرینہ دوست کو ممبئی میں جاب ملا۔ وہ اپنی بہن کی شادی کے لئے دو ہفتوں کی چھٹی پر آیا ہے۔ نام اس کا پرویز احمد ہے اور یہ بہن کی شادی میں شریک ہونے کا دعوت نامہ لایا ہے۔''

اپنی دلہن آمنہ کو کھلتے دیکھ کر میں ان سے مخاطب ہوا۔ آگے بڑھو......!

وہ اتنا ہینڈسم قد آور اور خوبصورت ہے کہ اس نے پہلی نظر میں میرا دل لے لیا جس وقت اس نے میرے بھیا کو گلے لگایا اس وقت میرے اندر بھی یہ خواہش جاگی کاش یہ اسی طرح مجھے بھی اپنے گلے لگائے' دوسرے لمحے مجھے ایک جھٹکا لگا میں ایک طرح سے بازی ہار گئی۔ پرویز احمد نے بہن کی شادی میں شریک ہونے کے لئے ہماری پوری فیملی کو دعوت دی تھی البتہ اس روز بھیا نے صرف مجھے اپنے ساتھ لیا۔ میں بہت خوش ہوئی تاکہ ان کے گھرانے کا رکھ رکھاؤ دیکھ لوں' ان کے فیملی سے متعارف ہو جاؤں' چنانچہ جب میں بھیا کے ساتھ مہمانوں

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

میں شامل ہوگئی تو خود کو اس گھر کی بہو مان کر ان کی والدہ اور بہنوں سے گھل مل گئی۔

آمنہ کے خاموش ہوتے ہی میں نے پوچھ لیا...... ''پھر کیا ہوا۔

''میں پرویز احمد کے ساتھ شادی بیاہ کرنے کی بات چھیڑنے کی جرات اور ہمت نہ کرسکی، جب پرویز کے واپس ممبئی جانے کے دن قریب آئے، میں نے اُن تک اپنے پیار اور محبت کا پیام پہنچا دیا۔ انہوں نے جواب میں بتایا...... اگر میں تمہیں شادی بیاہ کے لئے قبول کر لوں گا۔ اس سے تمہارے بھیا کے ساتھ دوستی پر بٹہ لگے گا۔ میں خود کو تمہارے بھیا کے سامنے شرمسار نہیں کرسکتا۔ تمہارا بھیا مجھ پر بہن پر ڈورے ڈالنے کا الزام لگا سکتا۔ میں تمہارے بھیا کی نظروں سے گرنا نہیں چاہتا۔

ظاہر ہے انہوں نے میرے بھیا کے ساتھ دوستی کی لاج رکھ کر میری محبت ٹھکرائی۔ اس نے خود کو شرم دار کے ساتھ بزدل ثابت کر دیا...... میں نے دل سے اور ذہن سے اُس کا خیال نکال دیا۔

آمنہ...... ! تمہاری اور میری کہانی میں مماثلت ہے۔ تم نے جس کہانی کو جھوٹا سپنا جان کر بھلا دیا ہے۔ میں نے اپنی کہانی کا باب بند کر دیا ہے۔ آؤ ہم اپنے اپنے ماضی کو بھول جائیں حال کے ساتھ سمجھوتہ کریں اور مستقبل کی طرف گامزن ہو جائیں...... تم مجھے اپنا پیار دیدو، میں تم پر اپنی محبت نچھاور کروں گا۔

''میں نے نکاح کے دوران تین بار اقرار کر کے آپ کو قبول کر لیا ہے۔

''میں نے بھی تین بار اقرار کر کے تمہیں قبول کر لیا ہے...... آؤ آج ہم اس قبولیت کو جلا بخش۔

اتنا کہہ کر میں نے دلہن کا ماتھا چوم لیا۔ اس نے بدلے میں دونوں ہاتھوں میں میرا چہرہ لے کر میرا ماتھا چوم لیا۔

میں نے ایک کے بعد ایک ان کے دونوں رخسار چوم لئے۔ اس نے بالکل اسی طرح ایک کے بعد ایک میرے چہرے چوم کر قرض اتار دیا، ہم دونوں کے درمیان پیار بانٹنے میں بھی مماثلت رہی۔ میں نے اپنی بانہیں کھول دیں۔ اس نے تقلید کی ہم دونوں ایک دوسرے کے گلے ملے۔ ہم نے ایک دوسرے کو زور سے کھینچ لیا۔ ہم دونوں کی ان حرکات میں مماثلت رہی۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

خاک اور خمیر!

رات کا درمیانی پہر، ہر سو سناٹا، گہری نیند میں رونے، چیخنے چلانے کی مدھم آوازیں، جسپال نے بستر میں کروٹ بدل لی، دونوں ہاتھوں سے آنکھوں کو ملا آوازوں پر کان لگایا، بیڈ سوئچ کا بٹن دبایا۔ کمرے میں لائٹ آئی، اس نے سر اُٹھا کر دیکھا، اس کی بیوی کلپنا نایٹ گاؤن میں کمرے کی دیوار کے ساتھ اپنا سر پھوڑ رہی ہے۔ چیخ رہی ہے چلا رہی ہے۔ اپنے دونوں ہاتھوں سے چہرے کو نوچ رہی ہے۔ کلپنا کو اس وقت اس حالت میں دیکھ کر روتے چیختے چلاتے اور خود کو پیٹتے دیکھ کر جسپال ہکا بکا ہوا، وہ ششدر ہو کر کلپنا کے ساتھ کمرے کو چاروں طرف دیکھنے لگا۔ کھڑکیاں اور دروازہ ہنوز بند ہے۔ اس نے اندازہ کر لیا کوئی کھڑکی یا دروازے سے اندر نہیں آیا ہے۔ کسی نے کلپنا کے ساتھ چھیڑا نہیں ہے۔ پھر یہ اس طرح خود کو کیوں پیٹ رہی ہے۔ وہ دیوار کے ساتھ اپنا سر پھوڑ کیوں رہی ہے۔ وہ روتی کیوں ہے اور وہ چیختی چلاتی کیوں ہے۔ یہ ماجرا کیا ہے؟ کلپنا بستر سے نکل کر یہ سب کیا کر رہی ہے۔ کیوں کر رہی ہے۔ جب اسے اس کا کوئی جواب نہیں ملا تو وہ بستر سے نکل کر کلپنا کے پاس آیا اور اس کو اپنی بانہوں میں لے کر پوچھا۔

''میری کلپنا...... یہ کیا ہے۔ یہ تم کیا کر رہی ہو، تم خود کو کیوں پیٹ رہی ہو۔ کوئی یہاں آیا تو نہیں۔ کسی نے تم کو......

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''میرے جسپال ...... : مجھے یہ کیا ہو گیا' میں نے یہ کیا کیا' مجھے تم ...... تم میرا یہ گلا گھونٹ دو' تم مجھے جان سے ختم کر دو!

''کلپنا ...... : یہ تم کیا کہہ رہی ہو' تم کو یہ کیا ہو گیا ہے۔ مجھے بتاؤ یہ سب کیا ہے۔ میرا تو دل بیٹھا جا رہا ہے۔ میرا دماغ ماؤف ہو رہا ہے۔

''جسپال ......: تم میرا گلا گھونٹ دو' تم مجھے جان سے مار دو!

'لیکن کیوں ......؟ میں ایسا کیوں کروں۔ تم نے ایسا کونسا قصور کیا؟

''جسپال ......: تم قصور کا پوچھ رہے ہو' میں نے تو گناہ کیا ہے۔

''کونسا گناہ، کس کے ساتھ کیا' کیا کوئی یہاں آیا ہے۔

''نہیں ...... ' یہاں کوئی نہیں آیا۔ میں ہی خود اُس کے پاس گئی ......۔

''کہاں ...... ' تم کہاں گئی ......؟

''بمبئی ...... ' میں اُن سے ملنے بمبئی گئی۔

''کب گئی ......!

''ابھی کچھ دیر پہلے ......!

''کلپنا ......: تم یہ کیا کہہ رہی ہو' کیا تم ہوش میں ہو!

''مجھے پتہ نہیں میں کیا کہہ رہی ہوں' ! مجھے معلوم نہیں میں ہوش میں ہوں کہ نہیں میں بس اتنا جانتی ہوں میں نے بڑا پاپ کیا' میں تمہارے قابل نہیں رہی۔ بس تم میرا یہ گلا گھونٹ دو' میں اب تمہارے ساتھ جینے کے قابل نہ رہی!

''میری سمجھ میں بالکل نہیں آر رہا ہے۔ کلپنا! تم یہ کیا کہہ رہی ہو' تم مجھے پاگل بنا رہی ہو!

''میرے جسپال' پاگل میں ہو گئی ہوں۔ میں بہک گئی ہوں' میں گر گئی ہوں! میں نے تمہارے ساتھ انیائے کیا' میں نے دھوکہ کیا۔

''کونسا انیائے کونسا دھوکہ ......؟ مجھے صاف صاف بتاؤ!

''جسپال! میرے دماغ میں یہ فتور کیوں آیا' میں نے تم کو چھوڑ کر تمہیں اپنے پتی ماننے سے صاف انکار کیوں کیا۔ میں نے معصوم بیٹے کو جنم دینے سے انکار کیوں کیا' میں ایسی کٹھور

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کیوں بن گئی، میں اس حد تک کیوں گر گئی، میں تم کو اور اپنے بیٹے کو چھوڑ کر یہاں سے بھاگ کیوں گئی...... تم مجھے اس کی کڑی سے کڑی سزا دو میں اب تمہارے ساتھ جینے کے قابل نہیں رہی، میں نے اپنی خطا مان کر دیوار کے ساتھ سر پھوڑا مگر......

''کلپنا...... : مجھے صاف صاف بتاؤ، یہ سارا معاملہ کیا ہے؟ یہ سپنا ہے یا حقیقت......

''جسپال......! یہ ایک ایسا سپنا ہے جس میں اول سے آخر تک حقیقت چھپی ہے۔

کیا تم نے کوئی ڈراؤنا سپنا دیکھا ہے یہ جس پر تم خود کو مورد الزام ٹھرا رہی ہو!

''ہاں......! میں نے ایک سپنا دیکھا، میں نے خود کو یکسر بدلتے دیکھا، میں نے ازدواجی زندگی کو تیاگ دے کر خود کو فلمی ہیروئن بنتے دیکھا۔

''کلپنا......! سپنوں میں انسان کیا کچھ نہیں دیکھتا، اکثر سپنے حقیقت سے بعید ہوتے ہیں۔ ایسے سپنوں کی تعبیر پر خودکشی کرنے والا احمق کہلاتا ہے۔ البتہ تم مجھے بتاؤ، تم نے کیا دیکھا جس پر تم اس قدر ڈوب رہی ہو!

''جسپال......! آج شام کو جب ہم اجنتا سنیما میں فلم ''سپنوں کا سوداگر! دیکھ کر آئے تو ہم نے ڈنر باہر کیا......، رات گیارہ بجے ٹی وی بند کر کے اور بتیاں بجھا کر بستر میں آئے'' میں اپنے بچے کو سلا رہی تھی اور تم میرے بدن کے ساتھ انجوائے کر رہے تھے۔ ہم تینوں کو نیند کب آئی اس کا مجھے پتہ نہیں۔ البتہ سپنوں کا سوداگر یہ میرے تحت الشعور پر حاوی رہی، میں نے فلم میں خود کو ہیروئن کے روپ میں دیکھا، میں نے بحثیت ہیروئن ٹھاٹ باٹ اور چکا چوند دیکھی، میں نے دولت کی فراوانی دیکھی، البتہ دوسرے روپ میں خود کو ایک خوبصورت پڑھی لکھی بیکار و بے روزگار دیکھا، میں نے بمبئی جا کر فلم انڈسٹری جوائن کرنے کا ارادہ کر لیا، میرے ماں باپ نے مجھے اس کی اجازت نہیں دی۔ میں والدین کے فیصلے کے خلاف باغی بن گئی، میں اپنے گھر میں روٹھ گئی۔ میں نے دھرنا دیا۔ اپنے فیصلے پر اٹل رہی، والدین کی طرف سے مجھے فلم انڈسٹری کی روداد سمجھائی گئی۔ مجھے یہ بھی بتایا گیا فلم انڈسٹری میں دولت ضرور ملتی ہے اپنی عزت نہیں رہتی، عصمت نہیں رہتی......

مجھ پر ان باتوں کا اور نصیحت کا کوئی اثر نہ ہوا، میں اپنے فیصلے پر ضدی بن گئی جب

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

والدین کو پتہ چلا، میں بمبئی جانے کے لئے پر تول رہی ہوں، تو انہوں نے مجھے اپنے رشتے سے خارج کر کے بمبئی جانے کی اجازت دیدی......، جب میں ائر پورٹ کے لئے روانہ ہوگئی تو ماں نے مجھے اپنی طرف سے ایک پاکٹ دیا۔ باپ نے اپنی طرف سے ایک پرس دیا۔ میں نے یہ دونوں تحفے لے کر اپنے بریف کیس میں رکھے......، بمبئی پہنچ کر جب میں ایک ہوٹل میں ٹھہری تو میں نے پہلے ماں کا پاکٹ کھولا اس میں ایک پلاسٹک بوتل میں مانع حمل گولیاں تھیں...... باپ کا پرس کھولا تو اس میں کنڈوم کا ایک پاکٹ تھا۔ والدین کے یہ دونوں تحفے دیکھ کر میرے پورے بدن میں ایک جھٹکا لگا۔ میرے کانوں میں یہ آواز آئی، میرے باپ اور میری ماں مجھ سے کہہ رہی تھی ...... بیٹی! تم جس دنیا میں جارہی ہو، وہاں قدم قدم پر تمہیں ان کی ضرورت پڑے گی۔

میں نے اسی وقت اسی ہوٹل کے کمرے سے واپس گھر آنے کا فیصلہ کیا......اب میں نے خود کو ایک 'دوسرے روپ میں دیکھا میں نے خود کو ایک شادی شدہ اور ایک بچے کی ماں کے روپ میں دیکھا، اپنی گھریلو زندگی میں خود کو خوشحال اور فارغ البال دیکھا......، میں نے خود کو اپنے پتی اور معصوم بیٹے کے ساتھ ایک باغ میں پک نک مناتے دیکھا، یہاں اس وقت کسی فلم کی شوٹنگ ہورہی تھی۔ جب شوٹنگ کے دوران لنچ کے لئے وقفہ ہوگیا۔ تو فلم کی ہیروئن اور ہیرو کے سامنے سیلانیوں کی ایک بھیڑ جمع ہوگئی سیلانی ہیرو اور ہیروئن سے آٹو گراف لینے لگے۔ میں بھی ان میں شامل ہوگئی، فلم کے ہیرو نے مجھے آٹو گراف کے ساتھ ایک اپنا ذاتی کارڈ دیا اور بتایا ......اگر تم چاہو گی میں تم کو اپنی اگلی فلم میں ہیروئن کا چانس دوں گا۔ تم بڑی دلکش اور خوبصورت ہو، میں تم کو اپنے ساتھ فلم میں ہیروئن بناؤں گا۔ تم خوب چمکو گی، فلمی دنیا میں نام کماؤ گی۔ فلم ہیرو کی یہ بات گرہ میں باندھ کر میں اگلے روز رات کے وقت اپنے پتی اور معصوم بیٹے کو چھوڑ کر گھر سے نکل کر فرار ہوگئی اور بمبئی پہنچ کر میں نے اپنے پتی کو پہچاننے سے انکار کیا......، بچہ ماننے سے رو گردانی کی۔

جس وقت یہ واقعہ ہوا میرا پتی نا امید اور مایوس ہو کر واپس چلا گیا اس وقت اس کی گود میں معصوم بچہ میری طرف دیکھ کر رو رہا تھا...... مجھے ایک دم ایک جھٹکا لگا میں نیند سے بیدار

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ہوگئی......' مجھے اس حرکت پر خود سے نفرت ہوگئی میں خودکشی کی حد تک آگے بڑھی اور بستر سے نکل کے دیوار کے ساتھ اپنا سر پھوڑنے لگی۔

''اچھا تو یہ بات ہے'' جسپال ایک آہ بھر کر بولا۔''اصل میں یہ سارا قصور اس لمبے چوڑے سپنے کا ہے۔ جس نے تمہیں اپنی غلطی کا احساس دلایا۔

''ہاں ...... جسپال: میں نے ایسا سپنا کیوں دیکھا' میرے ذہن میں یہ فتور کیوں آ گیا۔ مجھ پر فلمی بھوت سوار کیوں ہوگیا۔ میں اس حد تک کیوں گر گئی کہ میں نے اپنے پتی ورتا کو اپنی اولاد کو ماننے سے انکار کیا۔

''کچھ بھی ہو اس میں تمہاری صاف نیت کا پتہ چلا ہے۔ چلو اٹھو بڑی دیر ہوگئی آؤ اب سو جائیں......! آؤ ہم انجوائے کریں۔

جسپال نے کلپنا کو اپنی گود میں اٹھا کر بستر پر لایا' دونوں نے انجوائے کیا۔ اس طرح دونوں نے طویل ترین سپنے کو اپنی من مرضی کے تعبیر میں بدل دیا۔

رات بھر کی صورتِ حال کو مدِ نظر رکھ کر جسپال نے دفتر سے ایک ہفتہ کی چھٹی لے لی' اس نے بیوی اور بچے کو اپنی گاڑی میں پہلگام کی سیر کا پروگرام بنایا۔ پہلگام میں سندھ کے کنارے ایک ہوٹل میں کمرہ لے لیا۔ ہوٹل میں قیام کے دوران انہوں نے ماضی کو بھول کر حال کے ساتھ سمجھوتہ کرلیا۔ پہلگام میں پک نِک کا خوب لطف اٹھایا۔ جب ساتویں روز انہوں نے واپسی کا سفر باندھا تو انہوں نے دیکھا' سندھ کے کنارے کسی فلم کی شوٹنگ ہورہی ہے۔ جسپال اور کلپنا' بیٹے کو لے کر شوٹنگ دیکھنے گئے۔ یہاں عامر خان موسمی چٹرجی کے ساتھ گانے کی عکس بندی ہورہی تھی۔ جب ٹیک ری ٹیک کے بعد پورے گانے کی عکس بندی ہوئی تو یہاں تماش بینوں نے عامر خان اور موسمی چٹرجی سے آٹوگراف لئے۔ آٹوگراف لینے والوں میں جسپال کے ساتھ کلپنا بھی لائن میں رہی۔ جسپال جن کی گود میں معصوم بچہ تھا اس نے آٹوگراف لیا اس کے بعد کلپنا نے آٹوگراف کے ساتھ جب عامر خان سے کارڈ لیا اور فلم میں کام کرنے کی آفر لی تو اس نے بس زبانی اقرار کرلیا۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اس کے بعد دونوں ہوٹل میں آئے یہاں چک آؤٹ کر کے واپسی کا سفر شروع کیا۔ رات دیر گئے دونوں رہائش گاہ پر آئے۔ کھانا راستے میں ہی کھایا۔ گھر آ کر سو گئے۔ صبح سویرے جب جسپال کی نیند کھلی گئی تو اس نے کلپنا کو بستر پر بیٹھ کر عامر خان کے کارڈ کو ہاتھ میں لے کر آئینہ کی طرح دیکھ رہی ہے۔ جسپال نے نوٹ کر لیا۔ کلپنا اس کارڈ کو لے کر نہ صرف آئینہ جان رہی تھی۔ بلکہ اس کارڈ کے ساتھ باتیں بھی کر رہی ہے۔ جسپال اٹھ کر واش روم گیا۔ اس کے بعد حسب معمول ناشتہ کیا۔ اور پھر ۹ بجے بیوی سے رخصت لے کر سات دنوں کے بعد دفتر چلا گیا۔

شام کو جسپال واپس آیا تو کپڑے بدل کر اس کی نگاہیں کلپنا کو ڈھونڈنے لگیں کلپنا کو اس نے کچن میں پایا غالباً وہ چائے بنا رہی ہے۔ البتہ ان کے ہاتھ میں عامر خان کا کارڈ ہے اور وہ اس کے ساتھ باتیں کر رہی ہے۔ رات گئے تک سارا کچھ معمولات کے تحت چلتا رہا۔ دونوں نے ٹی وی پر فلم انوکھی ادا دیکھ لی اور سو گئے۔ صبح سویرے جب جسپال کی نیند کھلی، تو کلپنا بستر میں نہیں تھی۔ جسپال واش روم سے نکل آیا۔ کلپنا نظر نہیں آئی۔ اس نے سارے گھر کو چھان مارا کلپنا کہیں نہیں ملی۔

جب صبح سے شام تک اُن کا کہیں پتہ نہ چلا، تو اگلے روز مقامی تھانے پر جا کر کلپنا کی گمشدگی کی رپورٹ لکھوائی، چوتھے روز انہیں پولیس تھانے سے اطلاع ملی کلپنا بمبئی میں موجود ہے۔ ممبئی کے تھانہ ملارڈ سے وہ دستیاب ہوسکتی ہے۔ پولیس تھانے سے یہ اطلاع ملتے ہی جسپال بیٹے کو لے کر بمبئی روانہ ہوا۔ یہاں ملارڈ تھانے پر جا کر معلومات حاصل کر لی گئیں۔ تو انہیں پولیس کی گاڑی میں بٹھا کر ایک نامور فلم فائینانسر سیٹھ ابھینندن کی کوٹھی پر لیا گیا۔ جب یہاں جسپال کو کلپنا سے ملایا گیا تو انہوں نے انہیں پہچاننے اور شوہر ماننے سے انکار کیا۔ اُن کے گود میں بچے کو اپنا ماننے سے انکار کیا۔ اس انکار کو لے کر جسپال نے آنکھیں بند کر لیں اور ایک آہ بھر کر واپس نکل پڑا۔ اس وقت اس کی گود میں اس کا معصوم بیٹا ماں کی طرف دیکھ کر رو رہا تھا۔ ماحول بتا رہا تھا۔

"پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔"

☆☆☆

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

وہ بھی ہم سے اب کوئی رابطہ نہیں رکھتے
اب ہم بس ان کے انتظار میں سوجاتے ہیں

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

آ بیل' مجھے مار!

یہ کیسا المیہ ہے؟ اور یہ کس خطا کی سزا ہے اور وہ بھی اتنی بڑی سزا! نا کردہ خطا کی سزا' پولیس افسر اور وکیل کے ساتھ دوستی کا شاخسانہ' کیا ہے یہ...... 'میرے ساتھ یہ سب کیا ہو رہا ہے' مجھے پولیس اسٹیشن سے بکتر بند گاڑی میں سیشن کورٹ ریمانڈ کے لئے لایا گیا۔ ۱۰ روز کی جسمانی ریمانڈ لے کر مجھے واپس لاک اپ میں بند کیا گیا۔ مجھ پر دفعہ ۳۰۲ قتل کا الزام...... خدایا...... نا کردہ قتل کی سزا' اگر میں نے نانا کا قتل نہیں کیا تو مجھ پر یہ الزام کیوں......؟! میرے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ میری کوئی سنتا کیوں نہیں ...... میری مروت میرے لئے حادثہ کیوں بن گئی......؟ میرے اس ''کیوں! کا جواب کون دے گا اس کی شروعات کیسے ہوئی......؟

ہاں! مجھے یاد آیا' اُس روز شام ڈھل رہی تھی اور ہلکی سی بوندھا باندھی ہو رہی تھی۔ میں دن بھر سمینٹ فیکٹری میں مصروف رہا' حسب معمول شام کے قریب گیرج سے گاڑی نکال کر اپنی رہائش گاہ کی طرف روانہ ہوا' راستے میں تھوڑی سی شاپنگ کی' رہائش گاہ پر پہنچ کر گاڑی اپنی جگہ پارک کی' گیٹ بند کرنے واپس آیا اس دوران ایک بوڑھا ضعیف گیٹ پر کھڑا پایا اسے ایک نظر سے سراپا دیکھا' اندازہ کر لیا بھکاری نہیں ہے۔ البتہ خاموش زبان میں لاچاری و مجبوری جتا رہا ہے۔ اس کے بدن میں کپکپاہٹ ہے' کچھ کہنا چاہتا ہے پر کہہ نہیں پاتا۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

''کیا چاہئے......؟''میں نے ان سے پوچھ لیا، وہ دھیمی آواز میں کچھ بولا میں سمجھ نہ سکا اپنا دایاں کان اس کی منہ کے قریب لاکر پوچھ لیا۔''آپ کو کیا چاہئے؟ وہ بوقت اتنا کہہ سکا ......''رات کو رہنے کے لئے......

میں نے جھٹ ان کی بات کاٹ دی......''کہاں سے آئے ہو' جانا کہاں ہے؟''

اس نے راجوار سے آنے کو کہا البتہ جانا کہاں ہے یہ اسے معلوم نہیں۔''راجوار تو بہت دور دراز کا کنڈی علاقہ ہے۔ اتنے دور دراز علاقے سے سرینگر کیسے آ گئے؟''میرے اس سوال کے جواب میں وہ کچھ بڑبڑایا' الفاظ خلط ملط تھے۔ البتہ میں نے اندازہ کرلیا وہ اس دور دراز سفر پر اپنے پوتے کو ڈھونڈنے نکلے ہیں۔

یہاں سرینگر میں کس مقام پر اور کس محلے میں اس کا پوتا رہتا ہے۔ اس کو معلوم نہیں میں نے پوچھ لیا......''جب تم کو اپنے پوتے کا اتہ پتہ معلوم نہیں تو اُس کو کہاں ڈھونڈ پاؤ گے۔' کیا آپ کا پوتا کھو چکا ہے؟

اس نے نہایت ہی نحیف آواز میں کہا......'پورے سترہ سال ہو گئے' وہ اپنے علاقے اپنے گھر بار کو چھوڑ کر راتوں رات بھاگ چلا گیا' مدّتوں بعد پتہ چلا وہ سرینگر میں ہے۔ ہم نے اُس کو بھلا دیا۔ البتہ اتنے برسوں کے بعد جب ایک کے بعد ایک گھر کا فرد رحلت کر گیا اور میں ایک اکیلا رہ گیا تو اپنی وراثت بچانے کیلئے اُسے سرینگر آ کر ڈھونڈنے نکلا۔ کیونکہ میں خود چراغ سحری ہوں۔

''لیکن جب آپ کو اس کا اتہ پتہ معلوم نہیں' تو ڈھونڈو گے کہاں' اور پاؤ گے کیسے اس کا اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا، وہ ٹکٹکی باندھے میری طرف دیکھنے نکلا' اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے' میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے گیٹ کے اندر لے آیا اور گیٹ بند کر کے میں اس کا سہارا بنکر اس سے اپنی رہائش گاہ کے اندر لے آیا۔ ایک کمرے میں بٹھا کر میں خود کپڑے تبدیل کرنے کے بعد فیملی میں آ گیا۔ میں نے اپنی فیملی کو اجنبی مہمان کے بارے میں سرسری طور پر بہت کچھ بتا دیا۔

میری شریک حیات میری بہو اور بیٹے نے ان کی اس پیرانہ سالی میں ان کی حالت دیکھ کر ان کی خوب مہمان نوازی کی' خاص طور پر یہ جان کر کہ یہ راجوار جیسے دور دراز علاقے سے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

پورے ستھر برس کے بعد اپنے پوتے کا اتہ پتہ ڈھونڈ نے نکلا ہے اور اتفاق سے یہ اپنے پوتے کے گھر پہنچا ہے۔اس کو قدرت کی کارسازی کہا جائے گا۔

یہ میں ہی تھا جو سترہ سال قبل اپنے والدین بہن بھائی کے ساتھ علاقہ سماج اور سوسائٹی کو تیاگ دے کر راجوار سے بھاگا اور سرینگر آ کر یہاں ایک سمینٹ فیکٹری میں ملازم ہوا' میں جس سمینٹ فیکٹری میں ملازم ہوا' وقت نے مجھے اس سمینٹ فیکٹری کا مالک بنا دیا' میری سمینٹ فیکٹری کی مالک کی اکلوتی بیٹی سے بیاہ ہوا' چنانچہ سسر اور ساس کی رحلت کے بعد میں بحیثیت خانہ داماداُن کی فیکٹری کے ساتھ کوٹھی کا وارث بن گیا۔

میں نے ارادہ کرلیا کل صبح سویرے میں اُن کو سر پرائز دوں گا۔خوشخبری سناؤں گا اور بتاؤں گا آپ جس پوتے کو ڈھونڈ نے نکلے ہیں آپ اُس پوتے کے پاس اس کے گھر پہنچ گئے ہیں۔آپ کی محنت بارآور ہوئی۔باری تعالیٰ آپ کی پیرانہ سالی کو دیکھ کر خود ٹھکانے پر لایا ہے۔

صبح سویرے حسب معمول جب ہم ناشتہ کے لئے بیٹھ گئے ۔تو اس ناشتے میں شامل کروانے کے لئے میری بہو مہمان کو لانے اُس کے کمرے میں گئی، کچھ دیر بعد جب بہو واپس آئی تو بولی...... ''مہمان جاگتا نہیں' اور کچھ بولتا بھی نہیں۔ میں اور میری بیوی مہمان کے پاس آئے دیکھا وہ بالکل سدھ بدھ ہیں ان کی آنکھیں کھلی ہیں لیکن دیکھ نہیں پا رہیں۔

میں نے ان کے سر پر ہاتھ رکھا' سر بالکل ٹھنڈا تھا' میں نے ان کا بازو اٹھا کر چھوڑا تو وہ ٹوٹے شاخ کی طرح گر گیا۔ میں نے اندازہ کرلیا' مہمان موت کا جام نوش کر گیا ہے۔ پھر بھی اپنی تسلی کے لئے میں پڑوس میں جا کر وہاں سے ایک ڈاکٹر کو اپنے ساتھ لایا......ڈاکٹر نے ملاحظہ کیا اور بتایا' یہ فوت ہو چکا ہے۔اس خبر سے میں ششدر ہو کر رہ گیا۔میری فیملی دم بخود ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔سمجھ میں نہیں آیا کیا کریں' ایک انجانی لاش گھر میں پڑی ہے۔ میں سوچ میں پڑ گیا۔اس میت کو راجوار لیجاؤں یا یہیں قبرستان میں دفن کروں' قبل اس کے کہ میں کوئی فیصلہ کرلیتا' میں نے اپنے ایک دوست پولیس آفیسر جاوید احمد میر کو فون کر کے اپنے گھر بلالیا۔

جاوید احمد نے تمام حالات کی جانکاری حاصل کرنے کے بعد پولیس اسٹیشن جا کر رپورٹ درج کرانے کا مشورہ دیا۔جب اس پر عمل درآمد ہوا تو میرے گھر سے لاش لیجا کر اس کا

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

پوسٹ مارٹم کیا گیا......' اگلے روز جب وہاں سے رپورٹ آئی تو اس میں میت کا گلا دبا کر جان کنی کا ذکر تھا۔

مجھ پر قتل کا الزام لگا اور وہ بھی نانا کی زمین جائداد ہڑپ کرانے کے الزامات کے ساتھ۔ مجھے حراست میں لیا گیا۔ تو مجھ سے ملنے میرا قریبی یار ایڈوکیٹ شبیر خان لاک اپ آیا۔ میں نے اسے اول سے آخیر تک ساری صورت حال بتا دی۔ ایڈوکیٹ شبیر خان مجھ سے ملنے کے بعد پولیس آفیسر جاوید احمد میر سے ملے۔ ان دونوں کے درمیان کیا بات چیت ہوئی' یہ تو وہی جانیں البتہ میرے ساتھ مجھے اس سزا سے بچانے کے لئے پانچ لاکھ نقدی کی ڈیل ہوئی۔ اپنے نانا کی طرف سے راجوار میں لاکھوں میں وراثت ملنے کا ذکر مجھ سے میرے دوستوں کی طرف سے تاوان لینے کا باعث بن گیا۔ ظاہر ہے اس کا جو نام دیا جائے گا۔ وہ ہے......'' آ بیل' مجھے مار!''

☆☆☆

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

بدن پر چیتھڑے ہیں گندے پانی ہوئے ہیں
کیسی یہ زندگی ہے کیسا ہمارا یہ مقدر ہے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

زندہ لاش

جس وقت میں اپنے گھر سے اسلم وانی سے ملنے چلا' اس وقت میرے اندر اُن کے تئیں شکوہ اور شکایات کا انبار تھا۔ راہ چلتے یہ شکوے اور شکایات شرارت اور غصے میں تبدیل ہوئے' دل پر ایک بوجھ سا لے کر جب میں اسلم وانی کے گھر پر آیا تو یہاں دروازے پر تالا لگا دیکھ کر دھک سے رہ گیا۔ میرا دل ڈوب سا گیا۔ سر چکرایا' میرے سراپا میں خطرے کی گھنٹی بج گئی' میں مکان کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر خود سے بولا' میری دنیا لٹ گئی ہے۔

اپنی اس لٹی دنیا کی تصدیق اس وقت ہوئی جب اسلم وانی کی پڑوسن کہیں جانے کے لئے باہر آئی اور مجھے دیوار کے ساتھ سر تھام کو بیٹھے دیکھ کر بولی۔

اسلم وانی اپنی بیوی بچوں کے ساتھ اجمیر شریف کی درگاہ کی زیارت کو گئے۔ اُن کی بیوی ہم سے رخصت لیتے بولی، اسلم مجھے اور بچوں کو تاج محل دکھانے آگرہ بھی لے جائے گا۔

بظاہر یہ ایک گھرانے کی فیملی کے ایک درگاہ کی زیارت کے ساتھ ایک شہنشاہ کی محبت کی یادگار پر جانے کا معاملہ ہے البتہ اس میں میری بربادی کے داستان مضمر ہے۔ یہ سراسر وشواس گھات ہے یہ اعتماد کے ساتھ اعتبار کا بھی جنازہ ہے۔ میں اسے کیسے سہہ سکوں......؟ خالی ہاتھ گھر واپس کیسے جاؤں' میں یہ صدمہ کیسے سہہ سکوں' یہ تالا لگا گھر مجھے میرے لٹ جانے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کی گواہی دے رہا ہے...... میرے لئے اب خود کشی کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ لیکن...... اگر میں اس صدمہ کو لے کر خود کشی کو لوں اور اپنی جان دیدوں تو میری بیوی بچے بے سہارا ہو جائیں گے۔ اُن کا بے سہارا ہونا میری روح کے لیئے عذاب کا باعث بنے گا۔ اب میں کیا کروں اور کدھر جاؤں......؟

خود سے سوال کرنے کے باوجود مجھے اس سوال کا جواب نہیں ملا' البتہ میرے تحت الشعور سے آواز آئی...... ''حالات سے سمجھوتہ کرلو! میں نے محسوس کیا جن ٹانگوں پر میں کھڑا ہوں وہ ایک طرح سے ٹوٹ چکی ہیں۔ اپنی ان ٹوٹی ٹانگوں پر چل کر میں کیسے اپنے گھر واپس جاؤں اور کیا لے کر جاؤں کیونکہ یہ گھر جس پر تالا لگا ہے یہ مجھے بتا رہا ہے'' تم لٹ چکے ہو......'' اور جس نے مجھے لوٹا وہ اپنی بیوی بچوں کو لے کر اجمیر شریف کی درگاہ کی زیارت کو گیا ہے۔ میں اپنی بیوی کو کیسے بتاؤں گا۔ میں تمہیں سرپرائز دینا چاہتا تھا۔ لیکن میں سر راہ لٹ گیا......' اس لٹنے لٹانے کی داستان کہاں سے شروع ہوئی......؟ میں نے اپنے ذہن پر زور دیا' مجھے یاد آیا۔

میں نے اپنے سی پی فنڈ سے پچاس ہزار روپے نکلوائے تاکہ میں بھی اپنے چھوٹے بھائی کی طرح گھر پر کلرٹی وی اور فریج لے آؤں میں اپنی شریک حیات کے ساتھ دونوں بچوں کو سرپرائز دوں گا۔ مجھے یاد آیا۔ ایک ہفتہ قبل جب میں حسب معمول دفتر سے نکل کر گھر آیا میری بیوی سلیمہ بانو گھر پر موجود نہیں تھی' میرے پوچھنے پر میری بیٹی نے بتایا چاچی آئی تھی وہ ممّی کو اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئی۔ میں نے کپڑے بدل کر چائے کی فرمائش کی اسی دوران میری شریک حیات آئی اور آتے ہی مجھ سے مخاطب ہوئی۔

''تمہارے چھوٹے بھیا بلیک اینڈ وائٹ کے بجائے نیا کلرٹی وی اور فریج لایا ہے۔ تمہاری چھوٹی بھابی وہی دکھانے مجھے اپنے گھر لے گئی......!

''یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے......! میری اس خوشی کے اظہار میں ملاوٹ ضرور تھی اس پر میری بیوی بولی۔

''تمہارا چھوٹا بھیا' اپنے گھر میں ایک کے بعد ایک نیا سامان لاتا ہے......'' ہم نہیں لاتے......! کیا ہماری قسمت...... میں نے ان کی بات کاٹ دی'' یہ سب آمدنی پر منحصر ہے۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اگر میری بھی ماہانہ تنخواہ کے ساتھ بالائی آمدنی ہوتی تو میں بھی ضروریات زندگی کی چیزیں لے آتا' میرا بھی اپنے گھر میں نئے ساز وسامان لانے کا شوق ہے کلر ٹی وی لانے کی چاہت ہے لیکن میری اتنی آمدنی نہیں ہے!''

''کیا ہم کبھی اپنے شوق کو پورا نہیں کر سکیں گے......؟

میری بیوی کے اس سوال میں ایک شکوہ اور ایک شکایت تھی۔ جو میرے دل کو چبھ گئی۔ میں اپنی کم مائیگی کم آمدنی پر اپنی بیوی کے ساتھ ایک مجرم بن گیا اور میں نے اسے بتادیا۔ ''اگر تمہیں کلر ٹی وی کے ساتھ فریج کا شوق ہے تو میں تمہارا شوق پورا کرسکوں گلہ واقعی بلیک اینڈ وائٹ ٹی وی کا زمانہ گزر گیا اور فریج وقت کی ضرورت ہے۔ اتنی رقم میرے سی پی فنڈ میں موجود ہے۔ میں تمہارا یہ شوق پورا کروں گا۔ میں یقیناً خود کو تمہارے شوق کا مجرم مانتا ہوں۔

اس پر سلیمہ بانو بولی۔

''میں نے آپ سے کب کہا......' میرے لئے یہ لاؤ اور وہ لاؤ' کیا میں نہیں جانتی ہماری آمدنی سے گھر کی ناؤ مشکل سے چلتی ہے آپ نے مجرم کا لفظ استعمال کر کے مجھے بڑا دکھ پہنچایا ہے۔

جانے دو ان باتوں کو ان شکوہ شکایات کو...... میرے لئے چائے لاؤ!

اگلے روز دفتر پہنچتے ہی میں نے سی پی فنڈ سے پچاس ہزار روپے واگزار کرانے کی درخواست دی' ایک ہفتہ کے بعد یہ رقم میرے ہاتھ آئی۔ میں نے ہاف ڈے کی درخواست دے کر اپنے دیرینہ یار اسلم وانی کی راہ لی تاکہ وہ میرے کلر ٹی وی اور فریج لانے میں میرا مددگار بنے کیونکہ وہ بزنس معاملات میں کافی اثر ورسوخ رکھتا ہے۔ اسلم وانی کے گھر جا کر میں نے انہیں ساری داستان سنا کر بتایا' میں بیوی بچوں کو کلر ٹی وی اور فریج کا سرپرائز دینا چاہتا ہوں۔ اسلم وانی میرے ساتھ مارکیٹ چلنے کو تیار ہوگیا۔ میں نے بریف کیس بغل میں دبایا۔ باہر آکر ہم بڈشاہ چوک جانے کے لئے بس میں سوار ہوئے' پاس پاس کی دوسیٹوں پر بیٹھتے ہی میں نے اسلم وانی سے پوچھ لیا۔

''ہم کہاں پر اور کن سے یہ دونوں چیزیں لے لیں گے؟ اسلم وانی نے مجھے لال

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

چوک کے گھنٹہ گھر کے پاس الیکٹرانک سٹور کا نام و پتہ بتایا اور یہ بھی بتایا ان سے ہمیں یہ دونوں چیزیں رعائتی قیمت پر ملیں گے۔

ہماری گاڑی اپنی رفتار سے چل رہی تھی۔ بڈشاہ پُل پار ہوتے ہی اس بس کی رفتار کم ہوئی، پھر پوری بریک کے ساتھ رُک گئی۔

سامنے سے ایک بڑا جلوس آرہا تھا پولیس کا دستہ ہجوم کو روک رہا تھا۔ ایک دم ہجوم میں کھلبلی مچ گئی پولیس کی طرف سے ہجوم پر لاٹھی چارج ہوا، ٹیر گیس کے گولے داغے گئے۔ البتہ ہجوم کی یلغار نے سارا ماحول بگھاڑ دیا۔ اس دوران پورا ٹریفک جام ہوا تو ہجوم کی طرف سے پتھراؤ ہوا، کاروں، گاڑیوں اور بسوں پر بھی پتھر برسے تو تمام سواریاں اپنی جان بچانے کے لئے کاروں گاڑیوں اور بسوں سے اتر کر محفوظ جگہوں کی طرف بھاگنے لگے۔ اس بھاگ دوڑ سے افراتفری مچ گئی۔ اسلم وانی نے میری گود سے بریف کیس اٹھا کر مجھے بھی اٹھنے کا اشارہ کیا۔ بس سے اترتے ہی ہم ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔ جان بچانے کے لئے تمام مسافروں کی دھکم پیل، میں ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکے اور نہ پاسکے، میں نے لال چوک میں گھنٹہ گھر کے پاس الیکٹرانک سٹور کی راہ لی یہ جان کر کہ اسلم وانی یہاں پہنچ جائینگے۔ اس الیکٹرانک اسٹور کے پاس میں کھڑا اسلم وانی کا انتظار کرنے لگا۔ انتظار نے طول پکڑا، اسلم وانی کی راہ تکتے تکتے میری آنکھیں سوجھ گئیں، دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں اس انتظار میں جب شام ہوگئی اور پھر دکانیں بند ہونے لگیں میرا انتظار میرے لئے بڑی پریشانی بن گئی۔ الیکٹرانک اسٹور بند ہوکر میں نے اپنے گھر کی راہ لی۔ پوری رات میں نے فکرمندی میں گزاری، البتہ صبح سویرے میں شکوہ شکایت کا بوجھ لے کر اسلم وانی کے گھر کی طرف چل پڑا، اسلم وانی کے گھر کے قریب پہنچنے تک میرا شکوہ اور شکایت غصہ میں بدل گیا۔ اب یہ غصہ اسلم وانی پر چھانٹنا تھا اور اسے بتانا تھا۔ آپ نے مجھے دیر تک الیکٹرانک اسٹور پر انتظار کیوں کرایا بھیڑ سے نکل کر آپ الیکٹرانک اسٹور پر کیوں نہیں آئے۔

اسلم وانی کے گھر کے دروازے پر تالا دیکھ میں گھبرا گیا۔ اس دوران جب یہ جانکاری ملی اسلم وانی اپنی فیملی کے ساتھ اجمیر اور آگرہ گئے ہیں۔ تو خدشات نے مجھ پر تابڑ توڑ حملے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کئے۔ میرا ایک ایک ساعت تذبذب اور پریشانی میں گزرا' ایک ایک دن قیامت کا گزرا'
دس دنوں کے بعد جب پتہ چلا اسلم وانی اپنی فیملی کے ساتھ واپس گھر آئے ہیں تو میں
پہلی فرصت میں اُن کے گھر جا کر ان سے ملا' میں نے ان کے سامنے شکوہ کیا' شکایت کی اور غم و
غصہ کا اظہار بھی کیا تو انہوں نے بتایا بھیڑ میں آپ کے کھو جانے کے بعد میں سیدھا گھر آیا۔
میرے پوچھنے پر انہوں نے بتایا۔
''میں نے آپ کا بریف کیس نہیں لیا......! بس سے اُترنے کے دوران بریف کیس
تمہارے گود میں تھا......!
اسلم وانی نے بریف کیس کے بارے میں تفصیل بتا کر میرے اعتبار کا جنازہ نکالا۔
میں ان کے سامنے زندہ لاش بن کر کھڑا رہا۔

☆☆☆

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

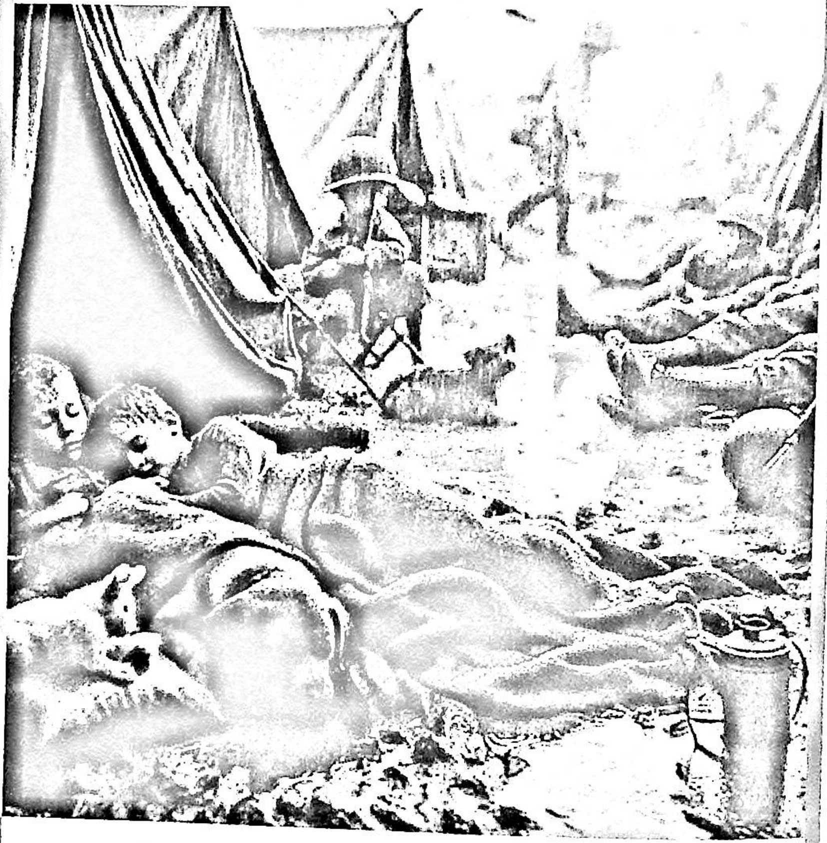

بچوں کے ساتھ رہنے کی فرصت نہ مل سکی
فرصت ملی تو بچے ہاتھ سے نکل گئے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

بے زبان

راکیش پورے دو سال کے بعد برطانیہ سے ڈپلومہ کر کے واپس رہائش گاہ آیا تو یہاں گویا رونق لوٹ آئی، ان کی اکلوتی بیٹی جو ایک سال کی تھی اب تیسرے سال میں داخل ہو چکی ہے۔ شکنتلا جو شادی کے دو سال کے دوران راکیش کی ہم سفر تھی دو سال تک شوہر کی قربت سے محروم رہنے کے باوجود چاک و چوبند ہے۔ یہاں اس رہائش گاہ میں ایک کمی محسوس کی گئی وہ اس رہائش گاہ کی نوکرانی آشا کی تھی۔ شکنتلا نے راکیش کے لندن جانے کے ایک ماہ بعد ہی اسے نکال دیا تھا۔ البتہ شادی بیاہ کے موقعہ پر جہیز کے ساتھ لایا گیا۔ راجو نامی کتا ان دو سال کے دوران جوان ہو چکا ہے۔

لندن میں قیام کے دوران راکیش اور شکنتلا جنسی اور جسمانی قربت کے بغیر انٹرنیٹ کے سبب موبائیل فون پر ویڈیو کال کے ذریعے نہ صرف ایک دوسرے کو دیکھتے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ایک دوسرے کا حال چال جانتے بلکہ صلح مشورہ بھی کیا کرتے تھے۔

راکیش جو اسسٹنٹ انجینئر کے عہدے پر تعینات تھا۔ اپنے سسر کی سفارش پر انہیں لندن میں دو سال کا ڈپلومہ کورس مکمل کرنے کا جاب ملا۔ ان کی شریکِ حیات شکنتلا ایک پروائیویٹ اسکول میں ٹیچر کے عہدے پر تعینات تھی۔ البتہ بچہ کی پیدائش پر اسے یہ پیشہ تیاگ

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

دینا پڑا۔اس میں راکیش کی مرضی کا بھی عمل دخل تھا۔دو سال کے بعد راکیش کی لندن سے واپسی پر انکے رشتے دار یار دوست اور پڑوسی انہیں مبارک باد دینے آئے۔

ایک ان کے قریبی دوسرے اور ایک وقت کے کلاس فیلو راشد خان جن کے ساتھ راکیش کے گھریلو تعلقات تھے۔اُن کو اپنی آمد پر فون پر اطلاع دی گئی۔جب وہ اپنی گاڑی میں یہاں آیا گیٹ سے اندر آتے ہی راجیو نے زور زور سے بھونکنا شروع کیا۔وہ گلے کی زنجیر توڑنے کی کوشش کرنے لگا۔ایسا لگا وہ راشد خان کو کاٹ کھانے کو چاہ رہا ہے۔

راشد خان خود کو راجیو سے بچا کر اندر آیا تو راکیش سے گلے ملا' دونوں نے ایک دوسرے کو بڑی گرم جوشی سے' دو سال کی جدائی کا بغلگیر ہو کر غم غلط کیا۔یہاں اس رہائش گاہ پر دیر رات گئے تک جشن جیسا سماں رہا۔اس دوران راجیو بھونکتا رہا۔اس کو ڈربے میں بند بھی کیا گیا۔

اگلے روز سنیچر کو دن بھر راکیش سے ملاقات کا سلسلہ جاری رہا۔اتوار کے روز راکیش نے بیوی کے ساتھ شالیمار پکنک پر جانے کا پروگرام بنایا۔

راکیش نے گیرج سے گاڑی نکالی' ان کی بیوی بچی کو گود میں لئے فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی تو راجیو نے بھونکنا شروع کیا' اس نے زور لگا کر گلے کی زنجیر توڑنے کی کوشش کی۔

راکیش نے راجیو کی گردن کو سہلا کر پوچھا: ''کیا بات ہے۔چلّا کیوں رہے ہوں؟

بے زبان کتے نے مالک کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا' ایسا لگا گویا وہ کچھ کہنا چاہتا ہے لیکن کہہ نہیں سکا۔

''ہمارے ساتھ پکنک کو آنا چاہتے ہو؟ راکیش نے راجیو سے پوچھا۔

راجیو نے نہ اقرار کیا نہ انکار۔

راجیو کو سہلا کر راکیش گاڑی پر سوار ہوا' گاڑی کو گیٹ سے باہر لا کر گیٹ کو بند کیا اور پھر روانہ ہو گیا...... گاڑی اپنی رفتار سے سڑک پر رواں دواں تھی۔شکنتلا بولی ''میں ایک مدت سے دیکھ رہی ہوں' راجیو کے مزاج میں بدلاؤ آ گیا ہے۔

''کیسا بدلاؤ' کیا تند مزاج ہو گیا ہے؟''

''زیادہ وہ وقت بھونکتا رہتا ہے خاص طور پر جب گھر میں کوئی رشتہ دار' پڑوسی یا اور کوئی

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

غیر آجاتا ہے۔

''اس کو ہم بدمزاجی یا تند مزاجی نہیں کہہ سکتے' یہ رکھوالی کے زمرے میں آ سکتا ہے۔

شکنتلا تھوڑی دیر بعد بولی۔ ''اگر میں نے اسے پالا نہیں ہوتا تو اس کو نکال باہر کرتی'!''

یہ ہم یہاں راجیو کا مسئلہ لے کر کیا بیٹھے ہیں...... ' کچھ اپنی سناؤ' کچھ میری سنو!

''ہاں! میں یہ پوچھ رہی تھی۔تم ڈیوٹی کب جوائین کرو گے؟

''اگلے منڈے کو جوائین کروں گا۔تب تک خوب گھومیں گے' سیر سپاٹا کریں گے۔ انجوائے بھی خوب کریں گے۔'' وہ کچھ سوچ کر پھر بولا۔ میں چاہتا ہوں ہم نئے سرے سے ہنی مون منائیں گے تین روز کے لئے پہلگام جائیں گے۔

''پھر تو راجیو کو بھی ساتھ لینا پڑے گا۔اُس کو اکیلے گھر پر نہیں رکھ سکتے!

''ہاں! اُسے بھی ساتھ لینا پڑے گا۔ بے زبان ضرور ہے البتہ فیملی ممبر بھی ہے۔''

ویسے میری سمجھ میں یہ نہیں آیا تم نے میرے لندن جاتے ہی ملازمہ کو کیوں نکالا۔

''وہ کام چور تھی' اسلئے نکالا۔

''دوسری کوئی اور نوکرانی کیوں نہ لائی؛ سارا کام خود کرنا پڑتا ہے۔''

''میں اکیلی تھی اس لئے گھر کے کام کو ساتھی بنایا۔''

''تمہاری اپنی مرضی ہے۔اس میں میرا کیا دخل۔

منڈے کے روز راکیش دو سال کے بعد ڈیوٹی کے لئے جا نکلا؟ گاڑی میں بیٹھتے ہی جب بیوی سے اس نے رخصت لیا' راجیو نہ صرف بھونکا بلکہ اس نے اگلے دو پاؤں سے زمین کھرچنا شروع کیا اور پھر ایک دوڑ لگا کر راکیش کے پاس آیا۔ وہ کچھ بولنا چاہتا لیکن بول نہ سکا۔

راکیش گاڑی سے اتر آیا' تو راجیو نے اس کے بوٹ کو اپنی زبان سے چاٹا۔ راکیش راجیو سے مخاطب ہوا' راجیو! مجھے آج بڑی مدّت کے بعد ڈیوٹی جوائین کرنا ہے' مجھے اس وقت جانے دو!

راجیو نے اسے سر کے اشارے سے جانے کا اذن دیا۔ البتہ جب راکیش گاڑی

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اسٹاٹ کر کے روانہ ہوا تو راجیو بھی اس کے پیچھے پیچھے دوڑا' کوئی ایک فرلانگ تک راجیو چل کر رُک گیا تو راکیش نے رفتار بڑھا دی۔ اس نے سائڈ شیشے سے دیکھا۔ راجیو راشید خان کی رہائش گاہ کے گیٹ کے پاس رک گیا ہے۔

راکیش سوچنے لگا اگر واپس جاتے ہوئے وہ راستہ بھول گیا تو......' مگر نہیں پالتو جانور راستہ نہیں بھولتے' وہ واپس گھر جائے گا۔"

اگلے روز جب راکیش ڈیوٹی پر جانے کے لئے گاڑی سٹارٹ کرنے لگا تو راجیو نے بھونکنا شروع کیا اس نے تب تک چپ سادھ نہیں لی جب تک اس کی زنجیر کھولی نہیں گئی اور پھر اسے گاڑی کے پیچھے پیچھے جانے نہیں دیا گیا۔

اس بار راجیو گاڑی کے پیچھے دوڑتے دوڑتے آگے بھی آ گیا اور راکیش کو اس نے بچانے کے لئے بریک پر پاؤں رکھنا پڑا۔

اسی دوران راکیش کو فون پر راشد خان نے بتایا' میری گاڑی ورکشاپ میں ہے میری طرف آنا اور مجھے آفس تک لفٹ دینا۔

راکیش نے چلتے چلتے راشد خان کے برلب سڑک گیٹ پر گاڑی روک دی گاڑی سے اتر آیا تو راجیو سے مخاطب ہوا۔

"اب تم واپس جاؤ مجھے راشد خان کو اپنے ساتھ لینا ہے۔

اتنے میں راشد خان جب گیٹ سے باہر آیا تو راجیو اس پر جھپٹ پڑا' اگر راکیش اس کو پکڑ نہ لیتا تو نہ جانے یہ راشد خان کا کیا کر بیٹھتا۔

راشد خان نے خود کو سنبھال کر راکیش سے پوچھا،" آپ اس کو ساتھ کیوں لائے؟

"میں کہاں لایا یہ خود چلا آیا۔ پتہ نہیں آج واپس جانے کا نام کیوں نہ لیا۔ اس کو تمہیں دیکھ کر غصہ کیوں آیا۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ حالانکہ یہ کسی کے ساتھ اس طرح پیش نہیں آتا...... اچھا تو چلو آؤ بیٹھو گاڑی میں!

دونوں گاڑی میں بیٹھ گئے۔ راجیو گیٹ پر ایک طرح سے ہانپنے لگا۔ جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہوا' راکیش سائٹ شیشے سے اس کو دیکھتا رہا۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

شام پانچ بجے راکیش دفتر سے رہائش گاہ پر واپس آیا تو اس نے راجیو کو نہ دیکھا اسے اُس کے کھونے کا خدشہ ہوا' بیوی سے پوچھا تو اُس نے بتایا' میں نے اسے ڈربے میں بند کروایا' تمہارے ساتھ جانے کے بعد جب واپس آیا تو اس نے غصے سے مجھ پر جھپٹا مارا میں نے مشکل سے خود کو بچالیا' مجھے لگتا ہے۔ وہ باولا ہو گیا۔''

اس نے آج راشد خان کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا' اگر میں اُسے نہیں بچاتا یہ اُس کو کاٹ کھاتا مجھے لگتا ہے اس میں غصہ بھر گیا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے یہ خود کو اکیلا محسوس کرتا ہے۔ بالغ ہو گیا ہے اسے نر ساتھی کی کمی محسوس ہو رہی ہو گی۔ جانور ہے البتہ اس کے اندر بھی سیکس کی ڈیمانڈ ہے۔

''تم راشد خان سے کب ملے؟'' شکنتلا نے پوچھا:

''میں آفس جا رہا تھا' راستے میں اُن کا فون آیا' بولا میری گاڑی ورکشاپ میں ہے میری طرف آنا اور مجھے دفتر تک لفٹ دینا۔

''کیا راجیو راشد خان کے گھر تک ساتھ تھا۔

''ہاں! میں دیکھ رہا ہوں جب سے میں لندن سے واپس آیا اور گاڑی میں کہیں چلا یہ کچھ دوری تک میرے پیچھے آتا ہے اور پھر واپس مڑ جاتا ہے۔ آج راشد خان کے گیٹ تک آیا اور اُس کو کاٹ کھانے لگا۔ میں نے انہیں بچالیا۔

''مجھے لگتا ہے اب ہمیں راجیو سے چھٹکارا پانا چاہیئے۔'' شکنتلا نے رائے دی مزید یہ بھی بتایا اس کو کہیں دور لیجا کر وہیں چھوڑ آنا چاہے۔ جہاں سے وہ واپس نہ آ سکے۔

''اس پر سوچ لینگے۔

راکیش کپڑے بدل کر آیا تو ٹیبل پر چائے لگی تھی' دونوں میاں بیوی نے ایک ساتھ چائے کے ساتھ کیک بسکٹ کے ساتھ جلابی نوش کر لی۔ اس کے بعد راکیش اپنے اسٹیڈی روم میں آیا۔ کمپیوٹر آن کیا اور خود سے مخاطب ہوا...... میری شادی بیاہ کو تین سال ہو گئے۔ ایک سال کے بعد بچی تولد ہوئی ہے دو سال تک باہر رہا۔ جیون ساتھی کی قربت سے محروم رہا۔ ہمارا راجیو بچپن سے نکل کر اب جوان ہو گیا ہے' ہو سکتا ہے اس کو بھی قربت کی چاہت ہو' مجھے راجیو کے اندر آنے والی اس تبدیلی کا ڈاٹا کھول کر دیکھنا پڑے گا۔ راکیش نے کتوں کی نسل ان کی فطرت

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اور خصلت کا ڈاٹا کھولا' راجیو کے مزاج کی تبدیلی' اس کی حرکات وسکنات کے پس منظر میں اپنی مالکن شکنتلا اور قریبی دوست پر حملہ آور ہونے کے وجوہات معلوم کرنے لگا۔ ان کے من میں اس بارے میں ٹوہ لینے کا خیال اچانک آ گیا۔

راکیش نے اگلے روز اپنے دفتر سے شکنتلا کو فون پر بتایا...... میں تین دنوں کے لئے سرکاری دورے پر پونچھ جا رہا ہوں۔

''اگر تم اتنی دور دورے پر جا رہے ہو تو راجیو کو بھی ساتھ لیجا کر وہیں چھوڑ آؤ!'' شکنتلا نے رائے دی۔......''

اس وقت میرا گھر آنا اور راجیو کو ساتھ لانا ممکن نہیں کیونکہ میں پارٹی کے ساتھ جا رہا ہوں' ہم نے سامان پیک کر دیا ہے۔

''ٹھیک ہے جاؤ......' ایشور کے حوالے!

راکیش اس سوچ میں پڑ گیا۔ شکنتلا راجیو سے چھٹکارا کیوں پانا چاہتی ہے۔ یہ راجیو اس جہیز کے ساتھ ملا اور اس نے خود اس کو پالا پوسا، اتنا بڑا کیا۔

راکیش اسی روز شام کے وقت واپس گھر آیا۔ گیٹ پر گاڑی سے اُتر کر کال بیل کا بٹن دبایا اور گیٹ کے اُوپر لگی جالی سے اندر جھانکا۔

راجیو کی مالک پر نظر کیا پڑی اس نے بھونکنا شروع کیا۔ آج اس وقت اس کے بھونکنے کی آواز میں تفاوت تھی۔ بغاوت کا شائبہ تھا۔

شکنتلا نے جب گیٹ کھولا تو راکیش کو دیکھ کر وہ ہکا بکا رہ گئی اور وہ بدحواس ہو گئی اور ہکلاتے ہوئے بولی'' تم پونچھ نہیں گئے۔

''دورہ کینسل ہوا'' راکیش اتنا کہہ کر اندر آیا۔ راکیش گیٹ کے اندر آیا گاڑی پارک کر کے جب واپس آیا تو اس دوران راجیو مکان کے اندر سے راشد خان کا بازو منہ سے پکڑ کر باہر لے آیا۔

ایک بے زبان نے ان کی بیوی کا ان کے دوست کے ساتھ جنسی تعلقات کا دو سال کردیرینہ راز ثبوت کے ساتھ پیش کیا۔

☆☆☆

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

انسانی زندگی کی یہ اک عجب کہانی ہے
انسانیت کے لئے ایک عبرت کی نشانی ہے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

آخری خواہش

کل شام کو میڈیا پر آنے والی سنسنی خیز خبر کو آج سویرے پریس نے بڑے طمطراق سے اخبارات کی سرخی بنا کر تفصیلات کے ساتھ شائع کیا۔ ہر ایک حیرت واستعجاب میں پڑ گیا۔ خبر کے مطابق جس شخص کو بھائی کے قتل کے الزام میں سوموار صبح سات بجے پھانسی پر لٹکانا مقصود تھا۔ اُس روز اُس ٹائم پر ان کی لاش کو تختہ پر کھڑا کر کے اس کے گلے میں پھندا ڈالا گیا۔ یعنی خبر کے مطابق ایک مردہ شخص کو پھانسی پر لٹکا کر قانون کے مطابق سزائے موت کے احکامات پر عمل کیا گیا۔

ایک ویڈیو وائرل نے جب ثبوت کے ساتھ مردہ شخص کو پھانسی دلانے کی خبر میڈیا پر نشر کی تو اس خبر نے میڈیا کے ساتھ پریس کو حرکت میں لایا۔ اس خبر کا پوسٹ مارٹم کر کے اسے میڈیا پر نشر اور اخبارات میں شائع کیا گیا۔ ہر سو اس کا چرچا ہوا اور یہ معاملہ تحقیقات کے زمرے میں آ گیا۔

صفدر علی کو اس کے چھوٹے بھائی کے قتل میں ذمہ دار ٹھہرانے کے بعد جب اس کی جسمانی ریمانڈ کے دوران تصدیق کرائی گئی، اور ان سے اس قتل کی ذمہ داری قبول کرائی گئی تو انہیں تو انہیں دفعہ ۳۰۲ کے تحت جیل میں ڈالا گیا۔ مقدمہ ڈیڑھ سال تک چلا۔ بالآخر ہائی کورٹ

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

نے ملزم صفدر علی کو چھوٹے بھائی کے قتل میں براہ راست ملوث پا کر انہیں پھانسی کی سزا سنائی۔ یہ سزا متعلقہ عدالت میں سنیچروار دن کے ایک بجے سنائی گئی اور حکم نامے کے مطابق سوموار کی صبح ۷ بجے انہیں پھانسی پر لٹکا کر ان کی جان کنی کا فیصلہ ضبط تحریر میں لایا گیا۔

اتوار کی شام کو جیلر اپنے دو سیکورٹی گارڈ کو ساتھ لے کر قیدی صفدر علی کی ڈیتھ وارنٹ لے کر ان کے سِل میں آیا اور قیدی صفدر علی کو بتایا، کل سویرے سات بجے تمہاری پھانسی کی سزا پر عمل درآمد ہو رہا ہے...... اگر تمہاری کوئی آخری خواہش ہے تو بتاؤ

''کیا آپ میری آخری خواہش پورا کر سکیں گے۔۔۔! قیدی نے سوال کیا۔

''پھانسی کی سزا پانے والے کی آخری خواہش پوچھ لینا اور اگر وہ قابل عمل ہو تو اس کو پورا کرنا، جیل کے لوازمات میں شامل ہے۔ قیدی کو جیلر نے جواب دیا۔

''میری آخری خواہش قابل عمل ہے۔ اس کو پورا کرانا آپ کے بس میں ہے۔''

''بتاؤ، کیا ہے تمہاری آخری خواہش......؟''

مجھے آج رات اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری کرنے کی خواہش پوری کی جائے۔

قیدی کی اس خواہش پر جیلر چونک گیا۔ خلاف توقع اس خواہش کے اظہار نے جیلر کے ساتھ اس کے سیکورٹی گارڈ کو بھی ششدر کر کے رکھ دیا۔ جیلر اس خواہش پر جہاں تذبذب میں پڑ گیا وہاں وہ اس پر غور کر کے اس نتیجہ پر پہنچا کہ میری پوری زندگی میں غالباً پوری دنیا میں پھانسی پانے والے کسی قیدی کی آج تک اس قسم کی آخری خواہش کی تجویز نہیں آئی ہے۔ چونکہ پھانسی پانے والے شخص کی یہ آخری خواہش قابل عمل ہے البتہ اس میں اس کی بیوی کی مرضی بھی شامل ہے۔ اگر اس کی بیوی راضی ہوگی، تو یہ خواہش پوری کی جاسکے گی۔

چناں چہ جیلر نے قیدی نمبر ۲۰۷ سے مخاطب ہو کر بتایا، تمہاری یہ آخری خواہش تمہاری بیوی تک پہنچادی جائے گی، اگر وہ تمہاری یہ آخری خواہش پورا کرنے کے لئے راضی ہوگی، تو اس کا اہتمام ہماری ذمہ داری ہے،

جیلر اپنے سیکورٹی گارڈ کے ساتھ واپس اپنے آفس روم میں آگیا اور انہوں نے اپنے دونوں سیکورٹی گارڈ صفدر علی کے گھر اُن کی بیوی سے ملنے بھیج دیئے تاکہ وہاں سے ان کا انکار یا

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اقرار کے پسِ منظر میں جواب آنے کے بعد اس پر عمل کیا جا سکے۔

یہ سیکورٹی گارڈ صفدر کے گھر سے نہ صرف اقرار میں جواب لے کر آ گئے بلکہ اپنے ساتھ صفدر علی کی بیوی کو بھی ساتھ لائے، جس نے جیلر کے سامنے آج رات اپنے شوہر کے ساتھ سونے اور ان کی آخری خواہش پورا کرانے کا اقرار کر لیا۔

جیلر نے کافی غور و خوض کے بعد یہ فیصلہ کر لیا، دونوں میاں بیوی کو میں آج رات کو اپنے فلیٹ میں ایک بستر میں سونے کا موقعہ دوں گا۔ چناں چہ جیلر کی ہدایت پر یہاں اس کمرے میں سی سی ٹی وی فٹ کروا کر ان کے سرہانے آواز کا آلہ نصب کروا کر رکھا گیا تا کہ اپنے بیڈروم سے اس ساری کارروائی کا مشاہدہ کیا جا سکے...... اپنی جگہ یہ فیصلہ لے کر جیلر نے قیدی کو سیل سے نکلوا کر اپنے جیل سے متعلقہ رہائشی فلیٹ کے ایک کمرے میں لایا، اس کمرے میں دونوں میاں بیوی کو رات کا ڈنر کھلا کر انہیں ایک ساتھ سونے کے لئے کھلا چھوڑا گیا۔ گرمی کا موسم ہونے اور پنکھا چلنے کے باوجود دونوں میاں بیوی نے اُوپر سے چادر اوڑھ لی، اس سے کیمرے کے ذریعے صرف حرکات و سکنات دیکھی جا سکی، جیلر جو دیکھنا سُننا اور نوٹ کرنا چاہتا تھا ایسا نہیں ہو سکا۔ البتہ جیلر وہ سارا کچھ سن سکا جو یہ دونوں میاں بیوی ایک دوسرے سے کہہ رہے ہیں۔ دونوں بستر میں شکوہ شکایات کر رہے ہیں۔ اس کی بیوی نے اس پر الزام لگایا۔ تم نے اپنے چھوٹے بھائی کو بے خطا بے گناہ مارا ہے۔ تم نے محض شک کی بنا پر جہاں مجھ پر تہمت لگائی وہاں اپنے بے گناہ بھائی کی جان لے لی کیونکہ تمہیں باپ دادا کی ساری وراثت اکیلے ہڑپنے کا لالچ تھا۔ تم بدنیت تھے۔ آج تم جس انجام کو پہنچ رہے ہو۔ تم اس کی مستحق ہو، تم نے مجھے جیتے جی نرک میں ڈالا' مجھے اپنوں اور غیروں میں بدنام و رسوا کیا' تم نے مجھے دوسروں کی نظروں میں کنکنی بنا دیا۔ اگر تم جیل میں نہیں بلکہ گھر پر ہی ہوتے تو میں تم کو مجھ پر تہمت لگانے اور شک کی بنا پر بھائی کا قتل کرانے کی سزائے موت دے دیتی۔ آج تم نے مجھے خود یہ موقعہ فراہم کیا۔ اب میں اپنی آخری خواہش پوری کر سکوں گی......!

"کیسے کر سکو گی تم اپنی خواہش پوری......؟" شوہر نے بیوی سے پوچھا تو اسے جواب مل گیا۔ "تم اپنی دونوں کلائیاں دیکھ لو وہ میں نے اپنے ایزار بند سے جکڑ لئے ہیں۔ میں نے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

جعلی انجوائے کر کے تمہارے دونوں ہاتھ باندھ لئے ہیں۔اب میں کسی مزاحمت کے بغیر تمہارا گلا دبا کر بدلہ لے لوں گی!

جب جیلر نے اپنے بیڈروم میں یہ باتیں سن لیں تو وہ سکتہ میں آ گیا۔وہ فوری طور پر بستر سے اٹھ کر اپنے کمرے سے باہر آیا۔چونکہ دوسرے کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا جیلر کو یہ دروازہ توڑ کر اندر آنا پڑا' اتنی دیر تک صفدر علی موت کا جام پی چکا تھا۔اس طرح ایک سزایافتہ قیدی قبل از وقت سزائے موت پا گیا۔اب اس ساری صورت حال پر پردہ ڈالنے کے لئے صبح سات بجے جس کو تختہ دار پر چڑھا کر پھانسی دینے کے لئے گلے میں رسا ڈالا گیا وہ ایک مردہ لاش تھی۔اس کا جب پریس اور میڈیا میں انکشاف کے ساتھ چرچا ہوا تو ایک اور حادثہ ایک اور قتل ایک اور واقعہ رونما ہوا۔اور یہ زبان زد عام ہوا۔اس سے کئی سوالات کھڑے ہوئے۔

کیا سزایافتہ قیدی اپنی بیوی کے سامنے واجب القتل تھا؟ کیا واجب القتل مجرم نے اپنی بیوی کو اُس کے ہاتھوں قتل ہونے کا موقعہ فراہم کیا؟ کیا جیلر مجرم قیدی کی آخری خواہش تکمیل تک پہنچانے کا روادار تھا؟ کیا قبل از وقت قتل مجرمانہ فعل ہے۔اس الجھن کو کون سلجھائے گا؟ کس کے پاس اس کا جواب ہے؟ کون ہمیں اس کا صحیح جواب دے سکے گا؟ ہے کوئی؟

بقول کرشن چندر شبنم قیوم بالعموم اپنے افسانوں میں قاری کی دلچسپی قائم رکھتے ہیں۔ان کی کہانیوں کے بنیادی کردار میں ایسی خصوصیات اُبھر آتی ہیں کہ پڑھنے والا چونکے بغیر نہیں رہ سکتا۔وہ افسانے کو کسی ایسے موڑ پر لا کر کھڑا کرتے ہیں جہاں پوری کہانی ایک سوال بن جاتی ہے اور خود جواب دینے کے بجائے قاری سے جواب مانگتی ہے۔

☆☆☆

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

نامور فکشن نگار، شبنم قیوم کے ساتھ ایک یادگار ملاقات

ریسرچ اسکالر شکیل احمد کسانہ

ایک روز صبح سویرے میں نے فون پر شبنم قیوم سے ملاقات کے لئے وقت مانگا۔ انہوں نے جواب دیا جب جی چاہے آجانا' دن کو دفتر میں صبح شام گھر پر موجود ہوں۔ میں نے اگلے روز اتوار کی صبح ۹ بجے کا وقت دیا۔ ظاہر ہے یہ اُن کی رہائش گاہ پر ملاقات کا عندیہ تھا۔ حسب پروگرام اگلے روز میں اُن کی رہائش گاہ پر حاضر ہوا تو اندازہ کرلیا' وہ میرے انتظار میں ہیں۔ آؤ بھگت کر کے وہ مجھے اپنی رہائش گاہ کی بیٹھک میں لائے اور ہم سے ملاقات کا مدعا معلوم کرلیا۔ میں نے اپنا مُدعا بیان کیا' ہم آپ سے آپ کے ادبی سفر کی جانکاری حاصل کرنا چاہتے ہیں میرا آپ کی فکشن نگاری پر ایم فل کا ارادہ ہے۔

اس پر میں نے انہیں بتایا۔

''میرے تخلیق کار ہونے' اور میرے ادیب ہونے میں میری علمی صلاحیت اور قابلیت کا بالکل کوئی عمل دخل نہیں۔ میں کوئی زیادہ پڑھا لکھا بھی نہیں' میرا گھریلو ماحول بھی علمی اور ادبی نہیں۔ میں نے اب تک جو کچھ لکھا' اور جیتے جی جو کچھ لکھوں گا۔ اس میں اول اور آخر قدرت کی دین' شامل ہے۔ میرا یہ ماننا ہے قدرت کو ہم سے علمی ادبی، تاریخی اور تحریکی طور قلمی کام لینا مقصود تھا۔ لہذا پیدا کر کے اور دنیا میں لا کر مجھے قلمکار کے سانچے میں ڈال کر وہ کام لئے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

جو ہم سے لینا چاہتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ مجھے خود بھی معلوم نہیں میں رائٹر ہسٹو رین اور جرنلسٹ کیسے بنا' اس پر طرہ یہ کہ میں نے ان تینوں سبجکٹ میں ایک ریکارڈ قائم کیا۔ میری تخلیقات پر اب تک چار ایم فل اور دو پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کرلی گئی ہیں جبکہ میں خود معمولی پڑھا لکھا ہوں۔ اس پس منظر میں یہ سب قدرت کی دین نہیں تو اور کیا ہے۔

''آپ کے ادبی دنیا میں آنے کی شروعات کب اور کہاں سے ہوئی'' میں نے دریافت کیا انہوں نے بتایا۔

''میری اُس وقت عمر ۱۸ سال کی تھی جب ہلکی پھلکی کہانیاں لکھیں۔ اتفاق سے مجھے ان کی اشاعت کا ذریعہ مل گیا۔ اُس دور یعنی سن ۱۹۵۵ء سے لگ بھگ پانچ سال کے عرصے تک مقامی اردو اخبارات میں ان کے سنڈے ادبی ایڈیشن میں میری کہانیاں شائع ہوتی رہی' ان میں ایک اخبار روزنامہ ''سنسار'' دوسرا' ہمدرد'' اور تیسرا ''خدمت'' ہے۔ اخبار ''سنسار'' اس کے مالک اور مدیر اعلیٰ کی رحلت کے ساتھ بند ہوا۔ جبکہ اخبار خدمت غلام احمد کشفی سے لے کر نند لال واتل تک ادبی ایڈیشن شائع کرتا رہا۔ اب یہ اخبار محض ایک پریس تک محدود رہا ''ہمدرد'' جو پریم ناتھ بزاز نے شروع کیا تھا۔ یہ اخبار ''ہمدرد'' غلام رسول عارف تک جاری رہا۔

برسوں بعد کشمیر سے ایک ادبی رسالہ ''جھرنا'' جاری ہوا' اس کے مالک اور مدیر اعلیٰ قاضی نصیر الدین فرخ تھے۔ اس رسالے کے دوسرے شمارے سے میں اس کا سب ایڈیٹر مقرر ہوا۔ البتہ یہ رسالہ جو کافی شہرت حاصل کر چکا تھا۔ مالک و مدیر کی عدم دلچسپی کے کارن ایک سال کے اندر بند ہوا۔

اس دوران میرے افسانے اور ناول' شائع ہونے کا ایک سلسلہ رہا، نہ صرف مقامی ملکی بلکہ پاکستان اور لندن سے بھی ان کی اشاعت ممکن ہوسکی۔

سن ۱۹۶۷ء میں مجھے ''ماہنامہ'' نگارش'' امرتسر کا مدیر اعزازی کا اعزاز ملا۔ ماہنامہ ''نگارش:'' ہندوستان میں پاکستان کے ادبی رسالے ''نقوش'' کے ہم پلہ ہی نہیں بلکہ نقوش کے سائز میں ہر ماہ ۵۰۰ صفحات میں شائع ہوتا تھا۔ اس ادبی رسالے کا میں نے ''کشمیر نمبر'' مرتب کیا۔ کوئی ایک ڈیڑھ سال بعد دہلی سے شائع ہونے والے رنگین اردو ڈیجسٹ ''عارض'' کا بھی

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

مدیر اعزازی کا اعزاز حاصل ہوا جو ایک ڈیڑھ برس تک جاری رہا۔ یہ دونوں رسالے نا مساعد حالات کے سبب بند ہو چکے ہیں۔ بس اب ان کا نام باقی ہے۔

ان دو ادبی اور معلوماتی رسالوں کے سبب مجھے کافی شہرت ملی' میرے ساتھ برصغیر کے قلمکاروں کا لیزان رہا۔

بحرحال طویل مدت کے بعد ہم نے ڈی کے کنول (جو آجکل دیپک کنول) کے نام سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔ ایک ادبی اور فلمی رسالہ ''روبی کے نام سے جاری کیا' اس ملکی سطح پر کافی پزیرائی ملی' البتہ یہ گھاٹے کا سودا ثابت ہوا' لہٰذا بند کرنا پڑا' البتہ ادبی رسالے کا وہ کیڑا جو اندر داخل ہو چکا تھا۔ اس نے چین سے بیٹھنے نہیں دیا۔ ہم دونوں نے روزنامہ ''آفتاب'' کے سینئر کاتب محمد صدیق سے اس کا ادبی رسالہ ''کینواس'' خرید کر اسے کروفر سے شائع کیا۔ یہ مفت خوری کا شکار ہوا تو سال بھر کے بعد اسے بھی بند کرنا پڑا...... البتہ ادبی سفر جاری وساری رہا۔

ہاں ایک بات یاد آ گئی۔ جب سرینگر کے ایس پی اسکول میں میرا دخلہ ہوا' اس اسکول میں زیر تعلیم رہنے کے دوران' میں ایک حادثہ کا شکار ہوا' گاڑی کے ساتھ سائیکل کی ٹکر میں سائیکل کا ہنڈل میری بائیں پسلی میں گھس گیا۔ سرینگر کے ایس ایچ ایم ایس ہسپتال میں زیرعلاج رہا۔ البتہ غلط ڈاکٹری تشخیص کے کارن میں ٹھیک ہونے کے بجائے' ایک لاعلاج مریض بن گیا، سائیکل کا ہنڈل پسلی میں گھس آنے سے میری پسلی کی ایک ہڈی ڈیمج ہوئی تھی' اس پر کسی نے دھیان نہ دیا بطور ٹی بی مریض کے برسوں تک میرا علاج و معالجہ رہا۔ نتیجہ کے طور پر مجھے گھر سے ہر ہفتے اس پسلی سے پیپ نکلوانے کے لئے ہسپتال جانا پڑتا۔ یہ سلسلہ پورے پانچ سال تک جاری رہا اس کے کارن میں ہڈیوں کا ڈھانچہ بن کر رہا۔ بالآخر میں رعناواری مشن ہسپتال گیا۔ وہاں میرا ایکسرے ہوا' آپریشن تجویز ہوا تو یہ آپریشن نرسنگ ہوم میں کرایا۔ مجھے ہر ہفتے پیپ نکالنے سے نجات ملی' رفتہ رفتہ میں صحت یاب ہوا۔ البتہ تعلیم جاری نہ رکھ سکا۔ بیکار ہو کر دکانداری کی' راس نہ آئی' یہاں تک کہ مزدوری بھی کی لیکن کسی جگہ ٹک نہ سکا۔ آخرکار میرے ماسو نے مجھے نوکری دلانے کے لئے ریاست کے ڈپٹی وزیراعظم بخشی غلام محمد کے پاس گئے۔ میرے ماسو کو بخشی صاحب کے ساتھ قریبی تعلقات تھے۔ بخشی غلام محمد نے مجھے کسی محکمہ

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

میں ملازمت دلانے کے بجائے اپنی کوٹھی پر رکھا' کس عہدے پر رکھا اور تنخواہ کیا مقرر کی یہ مجھے پتہ نہ چلا البتہ پورے ایک سال تک میں بخشی غلام محمد کی سرکاری کوٹھی پر براجمان رہا۔ ۹/اگست ۱۹۵۳ء کو جب شیخ محمد عبداللہ کا تختہ پلٹ کر انہیں حراست میں لیا گیا تو عوام اس کارروائی پر سراپا احتجاج ہوئے' میں بھی اس احتجاج میں شامل ہوا۔ میں نے بخشی غلام محمد کے ہاں ملازمت ترک کی۔

''چراغ کا اندھیرا'' کے بعد آپ کی کونسی کتاب شائع ہوئی'' میرے اس سوال کے جواب میں شبنم قیوم نے بتایا۔

سن ساٹھ کی دہائی کے دوران میں نے کوئی ۱۸۰ افسانے لکھے' ان میں سے بیشتر ملکی سطح کے رسالوں میں شائع ہوئے' ان افسانوں کی اشاعت نے یقیناً میرے فن پر ایک چھاپ ڈال دی' اس چھاپ کے کارن بعض رسالوں کے مدیران اپنے اپنے ادبی رسالے کے لئے ہم سے افسانے کی فرمائش کرنے گئے۔ ملکی سطح پر اور وہ بھی ایک پبلشنگ ادارے سے میرا جو پہلا ناول شائع ہوا' زندگی اور موت؛ کے نام سے شائع ہوا۔ جس وقت میرا یہ ناول شائع ہوا۔ میری عمر ۱۹ سال پار کر رہی تھی۔ اس کو ایک معیاری اور شاہکار ناول مانا گیا۔ اس ناول پر کئی جانب سے ہم سے یہ سوال کیا گیا...... آپ نے اتنی کم سنی میں اس موضوع پر ایسا معیاری ناول کیسے لکھا' تم نے ناول کے لوازمات پورے کیسے کئے۔ اگر اس ناول کا موضوع اچھوتا نہیں ہوتا' حالات اور واقعات منفرد نہ ہوتے' اس موضوع پر اگر کسی ادیب کی جانب سے طبع آزمائی ہوئی ہوتی' تو اسے سرقہ مانا جاتا اور شبنم قیوم پر سرقہ کرنے کا الزام لگ سکتا۔ اس بارے میں ماہنامہ ''نگارش'' امرتسر کے مالک اور مدیر اعلیٰ گیان سنگھ سے ایک روز امرتسر میں اُن کے دفتر پر میری ملاقات ہوئی تو ایک کمسن جوان کو دیکھ کر حیرت واستعجاب کا اظہار کرتے ہوئے گیان سنگھ بولے...... ' میں نے آپ کا یہ ناول ایک بار نہیں بلکہ دو بار پڑھا' آپ کو میں کرشن چندر اور راجندر سنگھ بیدی کے ہم عمر سمجھ رہا تھا۔ آپ تو اُن کی اولاد کے برابر ہیں۔ کیسے اتنی کم عمری میں ایسا معیاری ناول لکھا......؟ ایسے موضوع پر مکمل ناول لکھنے کی دست رس کہاں سے ملی' میں آپ کو شاباشی دیتا ہوں......' ان کی شاباشی قبول کر کے کیوں اور کیسے کا میں انہیں جواب نہ دے سکا۔ کیونکہ میں

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اپنی تخلیقات کوقدرت کی دین سمجھتا ہوں۔ البتہ دوسروں کو سمجھانے کے لئے یہ کوئی جواز نہیں...... میں آپ کو بتارہا ہوں' برسوں کے بعد میرے اس ناول کے موضوع پر ایک فیچر فلم ''اندھا قانون'' بنی ہے۔ البتہ اس میں کہانی کارکا کوئی نام ونشان نہ تھا۔ اس فیچر فلم کے لئے میرے ناول سے تھیم کو لے کر اس کو الگ سچویشن میں اور پلاٹ میں پیش کیا گیا۔

''کیا آپ نے اس فلم کے پرڈیوسر سے رابطہ قائم نہیں کیا......؟

''میں نے اس کی ضرورت محسوس نہیں کی' بلکہ اپنے کام سے کام رکھا' اس کے بعد میرا ایک اور ناول ''پیاس'' منصئہ شہود پر آیا۔ اس کی ادبی حلقوں سے بڑی پذیرائی مل گئی' دوسال بعد ایک اور ناول ''جس دیش میں جہلم بہتا ہے! منظر عام پر آئی' کوئی ڈیڑھ سال کے بعد نامور ادیب کرشن چندر کے ایک منفرد اور انوکھے موضوع پر ایک کہانی ''ایک گدھے کی سرگزشت! پہلے قسط وار اور اس کے بعد کتابی صورت میں مارکیٹ میں آئی۔ اس انوکھے اور منفرد موضوع پر یعنی ایک حیوان کو زبان دے کر کرشن چندر نے گدھے سے جو کام لینا۔ اس کا مجھ پر مثبت اثر پڑا' میں نے من بنالیا اگر موقعہ اور موضوع مل گیا تو میں بھی اس پر طبع آزمائی کروں گا۔ اتفاق جانئے ایک وقت ایسا ضرور آیا جب سویت روس کے سائنسدانوں نے سپوتنگ پر لائیکا نامی کتا آسمان پر بھیجا' تاکہ وہ خلا پر جاندار بھیجنے کے اثرات معلوم کرسکیں میں نے اس لائیکا نامی کتے کو واپسی پر کشمیر پر اُتارا اس کو زبان دے کر ان سے وہ کام لیا' جو کرشن چندر نے گدھے سے لیا' البتہ میرا اور کرشن چندر کا موضوع بالکل جدا جدا رہا۔ پلاٹ بھی الگ الگ رہا۔ سچویشن مختلف رہی۔ ہاں! یہ ایک حقیقت ہے کرشن چندر نے مجھے ایک حیوان کو زبان دے کر ایک منفرد موضوع پر لکھنے کی تحریک دی' ورنہ میں کتے کو زبان دے کر اس سے انسان کا کام لینے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔

''کیا زندگی اور موت' پیاس' جس دیش میں جہلم بہتا ہے اور ایک کتے کی سرگذشت آپ کے پاس موجود ہے؟'' میرے اس سوال پر شبنم قیوم نے ایک لمبی آہ بھرلی' سر کو جھکالیا' کچھ سوچا اور پھر میری طرف دیکھ کر بولے

''یہ ایک ایسا ایک خواب ہے جس کی کوئی تعبیر نہیں...... یہ ایک ایسا المیہ ہے جو میرے ساتھ جڑا ہے۔ اس کو میں ایک حادثہ بھی مانتا ہوں۔ وہ حادثہ جس میں انسان لٹ جاتا ہے۔''

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اتنا کہہ کر شبنم خاموش ہوئے۔ چہرے سے ظاہر ہوا' وہ پچھتا رہے ہیں۔ میرے لئے تجسس بڑھا' اور اس حادثہ یا المیہ کی جانکاری کے لئے میں بے تاب ہوا۔ انہوں نے خود ہی بتایا۔

یہ ۱۹۹۶ء کی بات ہے۔ میں نے اپنی فیملی کے ساتھ بوچھوارہ ڈلگیٹ کی آبائی رہائش گاہ سے نقل مکانی کی' ہم نے لال نگر چھانہ پورہ' جہاں میں آج اس وقت آپ کے ساتھ گفتگو میں شامل ہوں۔ یہاں ریڈی میڈ گھر خرید لیا' بوچھوارہ سے چھانہ پورہ شفٹ ہونے کے لئے ہم نے تمام گھریلو سامان پیک کیا' میں نے اپنی تخلیقات' کتابیں' رسالے، ڈائجسٹ کے ساتھ شائع شدہ کہانیوں کے نقول' غیر شائع شدہ افسانوں، ناولوں اور ڈراموں کے مسودے' اہم دستاویز خطوط اور نادر و نایاب فوٹو گراف نیز علمی ادبی شخصیات کے ساتھ گروپ فوٹو اور چند اہم فائلیں چار بوریوں میں بند کر کے رکھے۔ ان کو میں نے مکان کی تیسری منزل جس کو کشمیری میں ''بیاری کانی'' کہتے ہیں۔ یہاں پر ایک کونے میں محفوظ رکھے: باقی جو گھریلو سامان برتن بستر اور ٹرنک وغیرہ تھے۔ ان کو ایک ٹرک میں لوڈ کروا کر اپنے ساتھ چھانہ پورہ لے آئے' یہ جان کر اور مان کر جب ہم چھانہ پورہ میں پوری طرح سیٹ ہوں گے تو لٹریچر کی بوریاں اٹھا کر لے آئیں گے۔ کوئی ایک ماہ کے بعد جب میں لٹریچر یعنی اپنا قیمتی کے ساتھ نادر و نایاب اثاثہ لانے کے لئے گیا تو میری چھوٹی بہن سے مجھے یہ جانکاری ملی اس کو میں نے ردی جان کر ردی والے کو معمولی رقم میں فروخت کیا۔ یہ جانکاری میرے لئے میرے فرزند کی اچانک موت کی خبر سے کم نہ تھی۔ یہ میرے جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کی ایسی خبر تھی جس کی تلافی ناممکنات میں تھی۔ یہ صدمہ عظیم میں کیسے برداشت کر سکا۔ وہ میں ہی جانتا ہوں۔ جب جب مجھے اس کی یاد آتی ہے میرا کلیجہ چھلنی ہو جاتا ہے...... آج آپ نے مجھے یاد دلا دی میرے زخم تازہ ہو گئے۔ افسوس غیر مطبوعہ تخلیقات کا ہے۔ نیز اُن ریڈیو اور ٹیلی ویژن ڈراموں کو نقول کا دکھ ہے۔ جن کو کتابی صورت میں شائع کرانے کا ارادہ کر لیا تھا۔

''اس کا مطلب ہے۔ آپ کے ان چار ناولوں کے بارے میں تفصیلات مل نہیں سکیں گی!'' ظاہر ہے ان چار ناولوں کو دیکھنے پڑھنے کے بغیر آپ ان پر تبصرہ نہیں کر سکیں گے اس بارے میں آپ کو ہندوستان کے ایک جانے پہچانے قلم کار رضیا عظیم آبادی کے آرٹیکل جو اپریل

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

۱۹۶۸ء کے شمارے ''نگارش'' میں شائع ہوا ہے۔ اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ میں آپ کو بتا دیتا ہوں، میرے یہ چاروں ناول ضیا عظیم آبادی کی وساطت سے ''الماس'' بک ڈپو سے شائع ہوئے ہیں۔ اسی ادارے سے ان کی نکاسی ہوئی ہے۔

''کیا ضیا عظیم آبادی حیات ہیں! میں نے دریافت کیا، شبنم قیوم نے بتایا

''نہیں وہ رحمت حق ہو چکے ہیں...... وہ جون ۱۹۶۶ء میں کشمیر کی سیر کو آئے تھے۔ ہم سے ملاقات کے دوران میں نے دو روز کے لئے گھر کا مہمان بنایا، اور رخصتی پر میں نے انہیں ایک شال بادام اور اخروٹ کے پیکٹ تحفہ کے طور پر دیئے، انہوں نے اس کا بڑا اثر لیا اور ہم سے تخلیقات چھپوانے کا ذمہ لیا۔ میں انہیں مسودہ بھیجتا وہ اس کی کتابت کروا کر اور پروف ریڈنگ کرا کر اپنی نگرانی میں ''الماس'' بک ڈپو کے ذریعے شائع کراتا رہا۔ وہیں سے ان کی نکاسی کراتا، میرے نام پر شائع شدہ کتاب کے ۵ نسخے روانہ کراتے۔ برسوں تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ اب نہ الماس رہا نہ ہی ضیا عظیم آبادی رہے۔ لہٰذا لکھنو جانا ہی بیکار ہے۔

''کیا آپ کے پاس'' ادبی میگزین ''نگارش'' کا وہ شمارہ ہے جس میں اعظیم آبادی کا آپ] کے ان چند ناولوں کا تبصرہ شامل ہے'' میرے سوال کے جواب کے بارے میں شبنم قیوم نے بتایا اس سے ریسرچ اسکالر چوہدری لعل محمد نے استفادہ حاصل کر لیا۔'' برسوں بعد جب میرا ''نگارش'' کے ساتھ لیزان رہا، اور ''نگارش'' کے مالکان نے مجھے اپنے اس ادبی میگزین کا اعزازی مدیر'' کا اعزاز بخشا میں وہاں سے اس شمارے کے ساتھ ''نگارش'' کے بعض اہم خصوصی شمارے حاصل کر چکا ہوں! میں آپ کو یہ ایک شمارہ دے سکتا ہوں۔ اس شرط پر کہ آپ بعد میں اسے واپس کریں گے۔

''میں اسے واپس کرنے کا وعدہ کرتا ہوں'' اس پر میں نے شبنم صاحب سے ہاتھ ملایا۔ شبنم قیوم کے ساتھ ملاقات اور گفتگو کے دوران چائے پی، کیک اور بسکٹ بھی کھائے اور پھر کھڑے ہو کر ان سے بغلگیر رخصت ہوئے، انہوں نے گیٹ تک ساتھ آ کر مجھے رخصت کیا۔ شبنم قیوم کے ساتھ یہ یادگار ملاقات ہم نے نہ صرف ریکارڈ کی بلکہ فلم بند بھی کی تا کہ سند رہے۔

☆☆☆

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

شبنم قیوم کا پہلا افسانوی مجموعہ

''ایک زخم اور سہی!''

۱۔ دسہرہ کی سیتا
۲۔ دُکھتی آنکھیں
۳۔ خون، آگ اور دھواں
۴۔ جہاں انسان دفن ہے
۵۔ دیوی دیوتا

یہ سبھی پانچوں افسانے طویل افسانوں کے زمرے میں آتے ہیں۔ ادبی دنیا میں اُن کی خوب پذیرائی ہوئی۔ اِن کے نہ صرف دوسری زبانوں میں ترجمے ہوئے، بلکہ ان کے ڈرامے بھی بن گئے۔

☆☆☆

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

شبنم قیوم کے مقامی، ملکی اور بیرون ملک شہرت پانے والے افسانے، ڈرامے، فلمیں!

تمہید۔

میرا ادبی سفر پانچویں دہائی سے شروع ہوا، آج تک جاری ہے انشا اللہ تعالیٰ جب تک صحت باقی ہے اور آنکھیں کھلی ہیں۔ میرے ساتھ میرا قلم چلتا رہے گا۔ میری ابتدائی دور کی کہانیاں تین مقامی اردو اخبارات کے ویکلی ادبی ایڈیشن میں لگ بھگ پانچ سال تک شائع ہوتی رہیں۔ ان کا کوئی ریکارڈ موجود نہیں۔ نہ ہی کبھی انکا ریکارڈ رکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی، ہاں! جب سے برِّ صغیر ہندو پاک کے ادبی ماہانہ اور ہفتہ وار ادبی رسالوں میں افسانے شائع ہوئے رسالوں کو محفوظ رکھا، البتہ اپنی لاپرواہی، غفلت اور غیر موجودگی میں بیشتر مطلوبہ اور غیر مطلوبہ تخلیقات ردی جان کر ادبی میں فروخت کی گئیں۔ ایک اندازے کے مطابق میرے اب تک سو کے قریب افسانے ضبط تحریر میں آچکے ہیں ان میں سے جو افسانے جو عزت اور شہرت پا چکے ہیں اور جو دوسری زبانوں میں دوسرے روپ میں پیش ہوئے ہیں۔ ان کی تعداد مختصر ہی سہی البتہ غنیمت مانی جائے گی۔

ا۔ جلاد اور لڑکی!

یہ افسانہ ماہنا پگڈنڈی امرتسر میں ''سیاہ آندھی!'' کے نام سے شائع ہوا، اس کو ماہنامہ پرواز! لندن نے بھی شائع کیا۔ یہ مجھے وہاں سے پرواز کا شمارہ ملنے پر پتہ چلا۔ اس کا ہندی انگریزی اور روسی زبان میں ترجمہ ہوا۔ روسی زبان میں اسے ''جلاد اور لڑکی!'' کے نام سے ڈرامائی روپ دیا گیا۔ بنایا گیا، روس کے کئی شہروں میں مختلف اوقات پر اس کے ۳۰ شو ہو چکے ہیں۔

۲۔ جہاں انسان دفن ہے!

یہ افسانہ پہلی بار ''تخلیق'' دہلی میں شائع ہوا۔ اس کا پنجابی ہندی انگریزی اور روسی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ روسی زبان میں اس کا بھی اسٹیج ڈرامہ بنایا گیا۔ البتہ اس کے لئے اوپن

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ایر تھیٹر بنایا گیا۔

مجھے دونوں بار روس آنے کی دعوت اُس کلچرل ادارے کے ڈائریکٹر کی طرف سے ملی اور یہ ہدایت دی گئی، دہلی میں مقیم سویت یونین کی ایمبسی سے پاسپورٹ پر ویزا حاصل کریں۔ میرے پاس پاسپورٹ نہ تھا۔ ویزا حاصل کیسے کرسکتا لٰہذا میرا دورہ منسوخ ہوا۔ مجھے وہاں سوویت یونین سے بعض کشمیریوں سے ان ڈراموں کے شو دیکھنے کی اطلاعات ملیں۔ ریاست کے کلچرل اکیڈیمی کے سیکریٹری محمد یوسف ٹینگ جب ۱۵ روزہ سرکاری دورے پر تاشقند میں تھے۔ انہیں تاشقند میں دورے کے دوران اوپن ایر تھیٹر دکھانے لیا گیا۔ اس وقت یہاں پر ''جہاں انسان دفن ہے۔'' شو ہو رہا تھا۔ اس ڈرامے کے بارے میں بوچر پر شبنم قیوم کا نام دیکھ کر انہوں نے مجھے تاشقند سے مبارک بادی کا خط بھیجا۔

۳۔ پانی کی چٹان:

اس افسانے کی آرٹ فیچر فلم بنی ہے۔ قیوم وڈیرا اس کے پروڈیوسر اور ڈائریکٹر ہیں۔ انیل کپور اور موسمی چڑجی مین کریکٹر رہے ہیں۔

ابتدائی دور کے چند طویل افسانے افسانوی مجموعہ

۱۔ دکھتی آنکھیں

(ہندی اور پنجابی میں ترجمہ)۔ کشمیری میں ریڈیو ڈرامہ

۲۔ جہاں انسان دفن ہے

(ہندی، پنجابی، انگریزی اور روسی زبان میں ترجمہ) روسی زبان میں اسٹیج ڈرامہ

۳۔ دسہرہ کی سیتا

(ہندی اور پنجابی میں ترجمہ) اردو میں ریڈیو ڈرامہ

۴۔ خون، آگ اور دھواں/ اس کی فیچر فلم ادھوری رہی، بسواجیت پروڈکشن بنر تلے جب اس کی شوٹنگ ہو رہی تھی۔ بسواجیت کے سورگواس ہونے سے فلم بھی سورگواس ہوگئی۔

نوٹ: ان سبھی افسانوں کے ترجمہ کار سُر جیت رہے ہیں یہ ماہنامہ ''سریتا'' کے رکن

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

رہے ہیں۔ انہوں نے ہندی، پنجابی اور انگریزی کے ترجمہ خود کیئے دوسری زبان کے ترجمہ اپنی وساطت سے کرائے۔

ان سے رابطہ کا پتہ ماہنامہ ''سریتا'' دہلی رہا۔

رہائش کا پتہ ۳۴ سدرشن پارک موتی نگر، نئی دہلی۔

○ ٹوٹے آئینے کی پرچھائیاں!

یہ افسانہ پہلی بار ''ماہنامہ'' ''شمع'' دہلی میں شائع ہوا۔ اس کا ہندی' پنجابی اور مراٹھی میں ترجمہ ہوا۔

اس کی ٹیلی فلم بنی ہے۔ اشوک جیلخانی نے اسے ڈائریکٹ اور پرڈیوس کیا۔ اس میں ڈاکٹر کا رول میں نے خود کیا۔

○ سہاگ اور شعلے!

یہ افسانہ ماہنامہ ''بیسویں صدی دہلی میں شائع ہوا اس کو اردو ڈیکیٹ کلکتہ اور پھر'' انجمن'' لندن نے مستعار لیا۔ ڈی کے کنول نے اس کا فلمی روپ دیا۔ اس کی بیشتر شوٹنگ سرینگر کی ڈل جھیل میں ہوئی۔ البتہ یہ فلم سکریٹ میں تبدیلی کے سبب آگے نہ بڑھ سکی۔

○ ایک زخم اور سہی!

دنیتا پکچرز ممبئی کی طرف سے اس کہانی پر فلم ہندی ہو رہی تھی' نمایاں کرداروں میں انیل کپور اور موسمی چیٹر جی شامل رہے۔ نصف سے زیادہ شوٹنگ کے بعد موسمی چڑجی کا کسی معاملہ پر بگاڑ ہوا' اس کی مزید شوٹنگ روک گئی اور پھر رکتی ہی رہی۔

اردو اور کشمیری میں سات ڈرامے اسٹیج ہوئے۔ ریڈیو کشمیر سے اردو اور کشمیری ڈراموں کی تعداد ۱۸ ہے جو یہاں سے نشر ہوئے۔ ہمارے سارے ڈرامے پران کشور نے ڈائریکٹ اور پرڈیوس کیئے۔ سرینگر دوردرشن کے لئے ۶ ٹیلی پلے ٹیلی کاسٹ ہوئیں۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

آکاش وانی بمبئی کے "ہوا محل" پروگرام میں ۱۹۷۶ء سے لیکر ۱۹۸۸ء تک ۱۸ طنز و مزاح پر مشتمل جھلکیاں نشر ہوئیں۔ تین جھلکیوں پر آکاش وانی ایوارڈ ملا۔ ایک "کیا مصیبت ہے۔" "دو ڈاکٹر جراثیم"، "تین آرم سٹرانگ"...... آرم سٹرانگ پر اپنے دفتر سے پرموشن مل گئی۔ گریڈ تبدیل ہوا۔

☆☆☆

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

افسانوی مجموعہ ''نشانات''

اردو ادب کے سفر پر پچاسویں صدی سے لے کر ستر ہویں صدی تک جاری وساری رہا۔ البتہ سن ۱۹۷۵ء میں چلتے چلتے سامنے ایک ایسا موڑ آ گیا۔ اس نے میرا راستہ بدل دیا اس نئے راستے پر چل کر میں نے ادب کو تاریخی، تحریکی اور سیاسی رنگ دیا۔ میں نے ایک ناول ''یہ کس کا لہو ہے کون مرا؟'' منظر عام پر لایا۔ اس پر سرکاری عتاب نازل ہوا، یہ سرکاری عتاب اس ناول پر سونے پر سہاگہ بن گیا۔ یہ اس کے لئے عوامی مقبولیت اور پذیرائی کا باعث بنا، یہ میرے لئے عزت، شہرت اور دولت کا ایک وسیلہ بنا، گذشتہ چالیس سال تک اس کے دس ایڈیشن نکلے۔ جعلی ایڈیشنوں کے سوا اس کی اشاعت ۴۸ ہزار تک پہنچ گئی۔ جب اس کی مانگ میں کوئی کمی نہ آئی مزید ایک اور ایڈیشن کی ڈیمانڈ ہوئی تو اس پر کافی غور وخوض کے بعد ''سوال'' کا ''جواب'' دینے کا فیصلہ لیا گیا۔

''یہ کس کا لہو ہے کون مرا؟'' سوال تھا۔ اس کا جواب مزید دو ابواب کا اضافہ کر کے یوں دیا گیا۔ ''یہ لہو کشمیر کا ہے، یہ کشمیر مرا؟'' اس کے بھی اب تک دو ایڈیشن نکلے۔

ہم آپ کو بتا تا چلیں، جب تک یہ تاریخی ناول ''یہ کس کا لہو ہے کون مرا؟'' اس پر سوپور کی ایک لڑکی نے پاکستان کی رحیم خان یونیورسٹی میں ایم فل کی ڈگری حاصل کر لی، اس پر جب یہ سوال جواب میں آیا۔ ''یہ کشمیر کا لہو ہے یہ کشمیر مرا؟'' ایم فل کے بعد پی ایچ ڈی کے لئے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

شامل کیا گیا۔

ہاں! بات ہو رہی تھی اصل میں افسانوی مجموعہ "نشانات" کی تاریخی ناول "یہ کس کا لہو ہے کون مرا؟" ضمنی طور پر ذکر میں آیا۔ کیونکہ ۱۹۷۵ء میں میرا راستہ بدلنے سے ادب کے میدان سے نکل کر تاریخ تحریک اور سیاست کے میدان میں آ گیا۔ برسوں بعد ایک روز سلیم سالک اپنے ایک ساتھی کے ساتھ ہم سے ملے، بتایا میرا یہ ساتھی کشمیر کے افسانہ نگاروں پر ایک مقالہ لکھ رہے ہیں۔ ظاہر ہے جب کشمیر کے افسانہ نگاروں پر مقالہ لکھا جائے گا تو شبنم قیوم کے بغیر مقالہ نامکمل ہوگا۔ ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں ہمیں آپ کا بایوڈاٹا ایک افسانہ اور فوٹو گراف چاہئے۔ ہم نے ان سے اس بارے میں اپنا تعاون دینے کا یقین دلایا۔

چنانچہ فرصت پا کر میں نے الماری کھولی، شائع شدہ معیاری افسانہ پانے کے لئے ادبی رسالوں کا سر دست ایک بنڈل کھولا۔ اس میں سے ایک افسانہ الگ رکھا، البتہ ذہن پر یہ خیال آیا۔ کیوں نہ ان سبھی افسانوں کو کتابی صورت دی جائے، میرے اس خیال پر عملی جامہ پہنایا گیا۔ میں نے سر دست دستیاب افسانوں کو کتاب کا لباس پہنایا' ان کی فہرست شامل ہے۔

۱۔ دکھتی آنکھیں
۲۔ دیا جلاؤ روشنی بجھاؤ
۳۔ میری جوانی تیرا انعام
۴۔ مینڈک
۵۔ پھول بنے انگارے
۶۔ ساجھے داری
۷۔ لوہا پگھلتا ہے
۸۔ بہت اونچے بہت نیچے
۹۔ چیونٹی کے پر
۱۰۔ کھوٹا سکہ

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

۱۱۔آنکھیں

۱۲۔راتوں کے اجالے

۱۳۔ٹوٹے آئینے کی پرچھائیاں

۱۴۔اور میں مر گیا

۱۵۔سہاگ اور شعلے

۱۶۔شریف بدمعاش

۱۷۔حماقت

''نشانات'' کے نام سے یہ افسانوی مجموعہ اُس دور میں شائع کروایا جب میں تاریخ تحریک اور سیاست کے دریا میں غرق تھا۔

☆☆☆

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

شبنم قیوم کا افسانوی مجموعہ

''آزادی کی تلاش......!''

۱۔ آزادی کی تلاش
۲۔ لاجواب
۳۔ منادی سے دستک تک
۴۔ سزائے بالجبر
۵۔ حالات کے تھپیڑے
۶۔ امانت
۷۔ میں ہوں ناماں
۸۔ برات جنازے کی
۹۔ لہو پہ لگا داغ
۱۰۔ پیلبٹی
۱۱۔ آ گلے لگ جا
۱۲۔ تکمیل خواہش کا گناہ

☆☆☆

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

شبنم قیوم بحیثیت افسانہ نگار

ڈاکٹر جاوید قدوس

تخلیقیت کی پیشانی پر ذہانت کی لکیریں، فرد اور معاشرہ پر مثبت اثرات مرتب کرینگی یا منفی۔ اس کا انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ تخلیق کار کون ہے اور قاری کون۔؟ یہ سوال اس لئے بے حد اہم ہوجاتا ہے کہ متن کبھی بھی نہ تو مستقل ہوتا ہے اور نہ مصنف یا قاری کی منشا کا پابند البتہ جس طرح ہر مصنف اپنے متن میں کسی بھی مضمون کی، کسی بھی ہئیت اور لب و لہجے میں تخم ریزی کا پورا حق رکھتا ہے اسی طرح ہر قاری بھی مضمون کی، کسی بھی ہئیت اور لب و لہجے میں تخم ریزی کا پورا حق رکھتا ہے یعنی قاری بھی اپنے معاشرہ، ماحول، مزاج، منصب اور ذوق کے مطابق، متن سے معنی و مفہوم کیفیت و تاثر اخذ کرنے کے لئے آزاد ہوتا ہے۔ کشمیر کے منفرد اور معروف فکشن نگار، صحافی اور تاریخ نویس شبنم قیوم کو پڑھتے ہوئے اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شبنم قیوم ایک ایسے کہنہ مشق ادیب ہیں جن کا ادب شبنمی نہیں آتشیں ہوا کرتا ہے۔ شبنم قیوم کا ہر تازہ ادبی متن کچھ پرانے زخموں کو کریدتا ہے اور کچھ نئے زخموں کے بیج بوتا ہے۔ اسی لئے ملک، خصوصاً ریاست جموں و کشمیر میں، سرکار اور دربار سے لے کر بازار تک ہر خاص و عام شخص کو شبنم قیوم کی تازہ ترین تصنیف کا انتظار رہتا ہے۔ کسی کے انتظار میں ''خوف'' ہوتا ہے کسی کے انتظار میں ''تجسس''، کیونکہ عام طور پر شبنم قیوم کی ہر

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

تصنیف میں بعض ایسے انکشافات اور معلومات کا بیان ہوتا ہے، جنہیں پڑھ کر کچھ لوگوں کو پریشانی ہوتی ہے اور کچھ لوگوں کو حیرانی۔ شبنم قیوم کی ہر تصنیف ''کشمیر مرتکز'' ہوتی ہے اور حاشئے پر کشمیر کی سیاست، کشمیریوں کے مسائل اور کشمیری قوم کے ساتھ ارباب اقتدار کے روا غیر منصفانہ اور ظالمانہ رویوں کی مدلل وضاحتیں ہوتی ہیں شبنم قیوم کے خیال میں آزادی کے بعد بھی کشمیریوں کے استحصال کا سلسلہ جاری ہے۔ جبکہ اقتدار سے وابستہ افراد اسے شبنم قیوم کی جارحانہ جذباتیت اور چند مخصوص رہنماؤں اور خانوادوں کے تئیں ان کا ذاتی بغض وعناد قرار دیتے ہیں۔ غرض یہ کہ مطالعات کشمیر کے حوالے سے شبنم قیوم کی تحریریں، خط مستقیم کی بجائے خط منحنی پر آگے بڑھتی ہوئی، کشمیر کے تغیرات اور عصری حالات پر، قاری کو ظاہری سے زیادہ مخفی زاویوں سے غور وفکر کی دعوت دیتی ہیں۔ شبنم قیوم کی اب تک کئی کتابیں شائع ہوچکی ہیں، مثلاً یہ کس کا لہو ہے کون مرا۔ تاریخی ناول، جس کے اب تک دس ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں۔ اس کتاب پر سرکاری عتاب بھی نازل ہوا، اس کتاب کی ڈیمانڈ کا یہ عالم رہا کہ اب تک ۳۸ ہزار اس کی سیل ہوئی اور یہ کتاب بلیک میں بھی خرید لی گئی اور یہ تاریخی ناول شبنم قیوم کی ایک پہچان بن گئی۔ ''یہ کس کا لہو ہے کون مرا'' اور شبنم قیوم لازم وملزوم بن گیا۔ یہ تاریخی ناول ۱۹۷۵ء کی پیداوار ہے۔ ''اندرا عبداللہ'' ایکارڈ اس کا پس منظر ہے۔ اس سے قبل بحیثیت اردو ادیب شبنم قیوم نے درجنوں افسانوں کے ساتھ تین ناول ''زندگی اور موت''، ''پرانی ڈگر نئے قدم''، ''جس دیش میں جہلم بہتا ہے۔ افسانوی مجموعہ ''ایک زخم اور سہی۔ نشانات قابل ذکر ہیں۔

آزادی کی تلاش، زیر طبع ہے

شبنم قیوم کی زیر نظر تصنیف ''آزادی کی تلاش'' ان کے افسانوں کا مجموعہ ہے۔ تیرہ افسانوں پر مشتمل اس افسانوی مجموعہ کے نام کو ذہن میں رکھ کر اس کے انتساب کے ان الفاظ پر غور کیجئے۔

''ان حکمرانوں اور سیاست دانوں کے نام جنہوں نے میرے وطن، جنت بے نظیر کو، جہنم بنا کر، عوام کو اقتدار کی بھینٹ چڑھا کر، ان کا قتل وغارت، عتاب اور عذات، ظلم اور ستم، سفا

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کی اور بربریت، مقدر بنا دیا۔"

شبنم قیوم نے اپنے افسانوی مجموعہ "آزادی کی تلاش" میں یوں تو ریاست میں ۱۹۹۰ء سے ۲۰۰۰ء تک آنے والی سیاسی، سماجی، ثقافتی اور معاشی تغیرات کے کسی نہ کسی پہلو کو افسانہ کے لب میں ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ ہر افسانہ، فنی اعتبار سے افسانہ کہلانے کا سزاوار تو ہے ہی لیکن اس کے ساتھ ہی ہر افسانہ، فسانہ سے زیادہ سچائیوں کا جیتا جاگتا مرقع بھی ہے۔

ان سچائیوں سے ہر شخص واقف ہے اور بالواسطہ یا بلاواسطہ ایسی سچائیوں کا سامنا کرتا رہا ہے۔ لیکن کشمیر میں ایسی سچائیاں کن اسباب عوامل کی پیدا کردہ ہیں، کن شخصیتوں اور طاقتوں کی غلطیوں، سازشوں اور خودغرضیوں کے نتیجے میں آج کشمیر کی خوب صورت تصویر کے ماتھے پر، شکن، آنکھوں میں اداسی، ہونٹوں پر آہیں اور شہید اور گم شدہ اپنوں کے لئے خیر کی دعائیں چپکی ہوئی ہیں۔ شبنم قیوم نے ایسے تمام سوالوں کے جوابات سے آگاہ ہونے کا دعویٰ بار بار کیا ہے۔ لیکن پھر بھی شبنم قیوم اپنے قارئین سے، عوام وخواص کے سامنے ایک بنیادی سوال رکھتے ہیں۔ شبنم قیوم کے اس افسانوی مجموعہ میں شامل افسانوں کے عنوانات اس طرح ہیں۔

"آزادی کی تلاش"، "لاجواب"، "منادی سے دستک تک"، "سزائے بالجبر"، "قربانی"، "حالات کے تھپیڑے"، "امانت میں ہوں نا، ماں"، "تکمیل خواہش کا گناہ"، "برات جنازے کی"، "لہو پر لگا داغ"، "پبلسٹی"، "آگلے لگ جا"۔

شبنم قیوم کے ان افسانوں کی فنی لسانی فکری اور جمالیاتی خوبیوں اور خامیوں کے بارے میں بہت کچھ لکھا تو جاسکتا ہے، لیکن چونکہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ شبنم قیوم کا مقصد افسانہ طرازی نہیں حقیقت بیانی ہے۔ اس لئے قارئین کے لئے بھی ضروری ہی کہ وہ شبنم قیوم کے ان "کشمیر مرتکز" افسانوں کے اندر حرف، حرف لفظ، لفظ اتر کر افسانویت نہیں شبنم قیوم کی نیت اور غرض وغائت کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ اسلئے کہ کشمیر ایک مسئلہ تو ہے لیکن اس مسئلہ کے مرکز سے لے کر حاشیہ تک ظلم و جبر اور قتل وخون کی جو رنگ آمیزیاں ہیں ان کا شعور حاصل کئے بغیر، انفرادی اور اجتماعی آزادی کی تلاش ختم نہیں ہوگی۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

"شبنم قیوم بحیثیت افسانہ نگار" ریاست کے ایک سکالر محمد اشرف ٹھوکر نے شعبہ اُردو اسکول آف ہیومانیٹز حیدرآباد سنٹرل یونیورسٹی سے ایم فل کی ڈگری حاصل کر لی ہے۔ کشمیر کے اس سکالر نے شعبہ اُردو کے ڈاکٹر نشاط احمد کی زیر نگرانی یہ تھیس جون ۲۰۱۴ء میں مکمل کر لی ہے۔

☆☆☆

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

میرے تئیں تہنیت نامے اور خطوط کی

سُوغات

دل کس نے دیا ہے مجھے اس درد سے لبریز
کس نے مجھے یہ درس محبت کا دیا ہے
عزت سے محبت سے مجھے ملنے لگے لوگ
اعزاز یہ جو ہے میرے اللہ کی عطا ہے

تا کہ سند رہے
شبنم قیوم
رائٹر، ہسٹورین، جرنلسٹ

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

شبنم قیوم بحیثیت ناول نگار

جموں وکشمیر میں اردو ناول نگاری کی روایت اور شبنم قیوم کے ناول

مقالہ

برائے ایم۔ فل

مقالہ نگار

چوہدری لال محمد

نگراں

ڈاکٹر الطاف حسین

شعبۂ اردو

اسکول آف لینگویجز

سینٹرل یونیورسٹی آف کشمیر

۲۰۱۸ء

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Aa Ab So Jaen

by

Shabnum Qayum

کشمیر کی پانچ ہزار سالا تاریخ

۵ جلد ۱۰ حصے، ۷۰ ابواب

۵۰ اجز، بڑے سائز میں

لگ بھگ تین ہزار صفحات پر مشتمل دستاویز

اڈھائی سو سال کی تاریخ نویسی میں پہلی بار

۵ ہزار سال پر محیط مفصل مکمل اور مدلل تاریخ

مرتب ہوئی ہے

نیل مت پران اور کلہن پنڈت سے لیکر محمد دین فوق اور حسن کھیہامی تک ایک سو سے زائد تاریخ نویسوں میں شبنم قیوم کو پہلی بار ۵ ہزار سال کی تاریخ مرتب کرنے کا اعزاز حاصل ہوا

ISBN 978-93-6062-085-1

978-93-6062-085-1

www.ephbooks.com

EDUCATIONAL PUBLISHING HOUSE
New Delhi, INDIA

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Aa Ab So Jaen

by

Shabnum Qayum

کشمیر کی پانچ ہزار سالا تاریخ

۵ جلد ۱۰ حصے، ۷۰ ابواب

۵۰ اجز، بڑے سائز میں

لگ بھگ تین ہزار صفحات پر مشتمل دستاویز

اڈھائی سو سال کی تاریخ نویسی میں پہلی بار

۵ ہزار سال پر محیط مفصل مکمل اور مدلل تاریخ

مرتب ہوئی ہے

نیل مت پران اور کلہن پنڈت سے لیکر محمد دین فوق اور حسن کھیہامی تک ایک سو سے زائد تاریخ نویسوں میں شبنم قیوم کو پہلی بار ۵ ہزار سال کی تاریخ مرتب کرنے کا اعزاز حاصل ہوا

EDUCATIONAL PUBLISHING HOUSE
New Delhi , INDIA

ISBN 978-93-6062-085-1

978-93-6062-085-1

www.ephbooks.com

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Aa Ab So Jaen

by

Shabnum Qayum

کشمیر کی پانچ ہزار سالا تاریخ

۵ جلد ۱۰ حصے، ۷۰ ابواب

۵۰ اجز، بڑے سائز میں

لگ بھگ تین ہزار صفحات پر مشتمل دستاویز

اڈھائی سو سال کی تاریخ نویسی میں پہلی بار

۵ ہزار سال پر محیط مفصل مکمل اور مدلل تاریخ

مرتب ہوئی ہے

نیل مت پران اور کلہن پنڈت سے لیکر محمد دین فوق اور حسن
کھیہامی تک ایک سو سے زائد تاریخ نویسوں میں شبنم قیوم کو
پہلی بار ۵ ہزار سال کی تاریخ مرتب کرنے کا اعزاز حاصل ہوا

EDUCATIONAL
PUBLISHING HOUSE
New Delhi , INDIA

ISBN 978-93-6062-085-1

978-93-6062-085-1

www.ephbooks.com

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Aa Ab So Jaen

by

Shabnum Qayum

کشمیر کی پانچ ہزار سالا تاریخ

۵ جلد ۱۰ حصے، ۷۰ ابواب

۵۰ اجز، بڑے سائز میں

لگ بھگ تین ہزار صفحات پر مشتمل دستاویز

اڈھائی سو سال کی تاریخ نویسی میں پہلی بار

۵ ہزار سال پر محیط مفصل مکمل اور مدلل تاریخ

مرتب ہوئی ہے

نیل مت پران اور کلہن پنڈت سے لیکر محمد دین فوق اور حسن
کھیہامی تک ایک سو سے زائد تاریخ نویسوں میں شبنم قیوم کو
پہلی بار ۵ ہزار سال کی تاریخ مرتب کرنے کا اعزاز حاصل ہوا

EDUCATIONAL PUBLISHING HOUSE
New Delhi , INDIA

ISBN 978-93-6062-085-1
978-93-6062-085-1
www.ephbooks.com

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure